



ہمارے عقیدے

مصنف

آیت اللہ مکارم شیرازی حفظہ اللہ

اس کتاب کی تالیف کا مقصد

بخش اول-خداشناسی و توحید

- ۱۔ وجود قادر مطلق
- ۲۔ صفات جمال و جلال
- ۳۔ خداوند عالم کی ذات پاک و لا محدود ہے:
- ۴۔ وہ جسم نہیں رکھتا اور برگزدکھائی نہیں دے گ۔
- ۵۔ توحید ، تمام اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔
- ۶۔ توحید کی شاخیں:
- ۷۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے
- ۸۔ اللہ کے فرشتے
- ۹۔ عبادت خداوند عالم سے مخصوص ہے۔
- ۱۰۔ پروردگار عالم کی حقیقت سب کے لیے پوشیدہ ہے۔
- ۱۱۔ نہ تعطیل صحیح ہے نہ تشبیہ۔

بخش دوم نبوت انبیاء الہی

فلسفہ بعثت انبیاء

- ۱۳۔ ادیان آسمانی کے ماننے والوں کے ساتھ زندگی گزارن۔
 - ۱۴۔ انبیاء کا عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہون۔
 - ۱۵۔ وہ سب اللہ کے مطیع بندے ہیں۔
 - ۱۶۔ معجزات و علم غیب
 - ۱۷۔ مقام شفاعت انبیاء
 - ۱۸۔ مسئلہ توسل
 - ۱۹۔ تمام انبیاء کی دعوت کا مقصد ایک ہے۔
 - ۲۰۔ گذشتہ انبیاء کی خبریں
 - ۲۱۔ انبیاء الہی انسانی زندگی کے تمام پہلو کی اصلاح چاہتے تھے۔
 - ۲۲۔ قومی و نسلی امتیاز کی نفی
 - ۲۳۔ اسلام اور انسانی سرشت
- بخش سوم۔ قرآن اور کتب آسمانی**
- ۲۴۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے متعدد آسمانی کتابوں کو نازل کی۔
 - ۲۵۔ قرآن مجید، پیغمبر اسلام(ص) کا سب سے بڑا معجزہ ۔
 - ۲۶۔ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے ۔
 - ۲۷۔ قرآن اور انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات
 - ۲۸۔ تلاوت تدبیر و تفکر اور عمل
 - ۲۹۔ انحرافی بحثیں
 - ۳۰۔ تفسیر قرآن کے اصول و ضوابط
 - ۳۱۔ تفسیر بہ رای کے خطرات
 - ۳۲۔ سنت کا منبع اللہ کی کتاب ہے
 - ۳۳۔ سنت ائمہ اہل بیت علیہم السلام
- چوتھا حصہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی**
- ۳۴۔ قیامت کے بغیر زندگی بے معنا ہے۔
 - ۳۵۔ قیامت کے دلائل واضح اور روشن ہیں۔

- ۳۶۔ معاد جسمانی
- ۳۷۔ موت اور بعد کی عجیب دنیا
- ۳۸۔ قیامت اور نامنہ اعمال
- ۳۹۔ قیامت کے گواہ
- ۴۰۔ پل صراط اور میزان اعمال
- ۴۱۔ قیامت کے دن شفاعت
- ۴۲۔ عالم برزخ
- ۴۳۔ مادی اور معنوی صلے
- پانچواں باب مسئلہ امامت**
- ۴۴۔ امام کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔
- ۴۵۔ امامت کیا ہے؟
- ۴۶۔ امام، گناہ اور غلطی سے محفوظ ہے
- ۴۷۔ امام، شریعت کا محافظ
- ۴۸۔ امام، لوگوں میں سب سے زیادہ اسلام سے آگاہ ہے
- ۴۹۔ امام کو منصوص ہونا چاہئے
- ۵۰۔ اماموں کا تعین، رسول (ص) کے ذیعے
- ۵۱۔ پیغمبر اکرم کے ذریعہ، حضرت علی (ع) کا تعین
- ۵۲۔ ہر امام کی تاکید، اپنے بعد والے امام کے بارے میں
- ۵۳۔ حضرت علی (ع) سب صحابہ سے افضل ہیں۔
- ۵۴۔ صحابہ، عقل اور تاریخ کی عدالت میں
- ۵۵۔ اہل بیت، علوم پیغمبر (ص) سے مأخوذ ہیں
- مختلف مسائل**
- ۵۶۔ حسن و قبح کا مسئلہ
- ۵۷۔ عدل الہی
- انذادی انسان**
- ۵۹۔ فقہ کا ایک مأخذ عقل ہے
- ۶۰۔ عدل الہی پر ایک نظر
- ۶۱۔ المناک حادثات کا فلسفہ
- ۶۲۔ کائنات کا نظام سب سے بہترین نظام ہے
- ۶۳۔ فقہ کے چار مأخذ
- ۶۴۔ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے
- ۶۵۔ قانون سازی کی ضرورت نہیں
- ۶۶۔ تقیہ اور اس کا فلسفہ
- ۶۷۔ تقیہ کہاں حرام ہے؟
- ۶۹۔ دو نمازوں کو ساتھ پڑھنا
- ۷۰۔ خاک پر سجدہ
- ۷۱۔ انبیاء اور ائمہ (ع) کے مزاروں کی زیارت
- ۷۲۔ مراسم عزاداری کا فائدہ
- ۷۳۔ متعہ
- ۷۴۔ تاریخ تشیع
- ۷۵۔ شیعیت کے مراکز
- ۷۶۔ میراث اہل بیت
- ۷۷۔ دو عظیم کتابیں

اس کتاب کی تالیف کا مقصد

- عصر حاضر میں ہم ایک عظیم تبدیلی کے گواہ ہیں، ایسی تبدیلی جو دنیا کے سب سے بڑے آسمانی دین، اسلام کے سبب سے وجود میں آئی ہے۔
 عصر حاضر میں اسلام نے اک نیا جنم لیا ہے، دنیا کے مسلمان، خواب غفلت سے بیدار ہوئے ہیں اور اپنی اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں، اور اپنی مشکلات کے حل، جو انہیں کہیں اور نظر نہیں آتی، اسلامی تعلیمات اور اس کے اصول و فروع میں تلاش کر رہے ہیں۔
 اس وقت یہ جاننا اہم ہے کہ اس عظیم تبدیلی کی وجہ کیا ہے؟ یہ ایک مستقل اور جدا موضوع ہے۔ اس وقت اس کے مہم آثار تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں آشکار ہو چکے ہیں، یہی سبب ہے کہ دنیا کے لوگ اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ آخر تعلیمات اسلامی ہیں کیا؟ اور اسلام کے پیغام میں کیا تازگی ہے؟
 عصر حاضر کے ایسے حساس ماحول میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اسلام حقیقی کو بغیر کسی بیچیدگی کے واضح اور آسان پیرایہ میں لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اسلام اور مذاہب اسلامی کے سلسلے میں جو ان کی تشنگی ہے اسے دور کریں، اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خاموش رہیں اور دوسرے ہماری طرف سے باتیں اور فیصلہ کریں۔

۲۔ اس بات سے انکار نہیں ہے کہ اسلام میں بھی دوسرے ادیان کی طرح بہت سے مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے اپنے عقیدتی اور عملی خصوصیات ہیں۔ البتہ یہ اختلافات ہرگز اس حد تک نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی راہ میں مانع ہو سکیں۔ بلکہ وہ سب مل کر اتحاد و ہمدلی کے ساتھ دنیا کے طوفانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اپنے مشترک دشمنوں کی سازشوں کو عملی ہونے سے روک سکتے ہیں۔
 یقیناً اس اتحاد، اتفاق، ہم فکری اور ہم دلی کو مضبوط کرنے کے لیے ہمیں اصول و ضوابط کی رعایت کی ضرورت ہوگی، جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ اسلامی فرقے ایک دوسرے کی معرفت حاصل کریں، ان کی خصوصیات اور امتیازات کو پہچانیں، اس لئے کہ صرف اس پہچان کے ذریعے ہی وہ ایک دوسرے کے سوء ظن سے محفوظ رہ سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کی طرف دوستی بڑھا سکتے ہیں، ایک دوسرے کو پہچاننے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ ان کے عقائد، اصول و فروع، ان کے معروف و مشہور علماء سے حاصل کریں۔ اسلئے کہ اگر ماہرین سے یہ چیزیں حاصل نہیں کی گئیں یا ایک فرقے کے عقاید کو ان کے دشمنوں سے سن کر حاصل کریں تو یقیناً کبھی بھی مقصد تک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے اور حسن ظن، سوء ظن میں تبدیل ہو جائے گا۔
 ۳۔ مندرجہ بالا دو نکتوں کے پیش نظر ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اسلامی عقاید اور اس کے اصول و فروع کو شیعہ مذہب کے امتیازات کے ساتھ، اس مختصر سی کتاب میں بیان کریں اور ایسی کتاب تالیف ہو جس میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہوں:

- ۱۔ مختصر و مفید تمام مطالب کا احاطہ ہو سکے اور قاری کو ضخیم کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت پیش نہ آئے۔
- ۲۔ بحثیں واضح، روشن اور آسان بیان ہوں، مبہم نہ ہوں اور ایسی باتوں اور اصطلاحوں سے بھی پرہیز کیا جائے جو علمی محافل اور دانشور طبقہ سے مخصوص ہیں۔ ہاں یہ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ بھاری اصطلاحوں کے استعمال کے بغیر بھی مفہیم کے عمق و گہرائی میں کمی واقع نہ ہونے پائے۔
- ۳۔ مقصد صرف عقاید بیان کرنا ہے، ان کی دلیلیں نہیں، ہاں حساس مواقع پر بحث اور ضرورت کے مطابق کتاب و سنت

اور عقل سے دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔

۴۔ ہر طرح کی خام خیالی، پردہ پوشی اور سوء ظن سے محفوظ رہیں، تا کہ حقایق ان کی اصلی شکل و صورت میں بیان ہوسکیں۔

۵۔ تمام مذاہب کے سلسلے میں شایستگی قلم اور ادب و احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

یہ کتاب مندرجہ بالا نکات کی رعایت کے ساتھ سفر بیت اللہ، جو روح و جان کی طہارت و پاکیزگی کا سبب ہے، مینتالیف کی گئی، اس کے بعد مختلف بزم میں محققین و دانشوروں کے گروہ نے بحث و مباحثہ کے بعد اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

امید ہے کہ جس مقصد کے تحت یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ ہم اس میں کامیاب ہوں اور یہ کتاب ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بن جائے۔ آخر میں بارگاہ احدیت میں دعا ہے:

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی الایمان ان آمنوا بریکم فآمنّا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیناتنا و توفنا مع الابرار۔ (۱)

ہمارے عقیدے

بخش اول۔ خداشناسی و توحید

۱۔ وجود قادر مطلق

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم تمام عالمین کا خالق ہے، اور اس کی عظمت، علم و قدرت کے آثار، تمام مخلوقات و موجودات جہاں میں آشکار و بویدا ہیں، بیان تک کہ ہمارے باطن میں، تمام جانداروں اور گیاهوں میں، آسمان کے ستاروں اور تمام عوالم بلکہ تمام ذروں میں ظاہر ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جتنا زیادہ اس دنیا اور اس کے اسرار و رموز میں غور و خوض کیا جائے، خداوند عالم کی ذات کی عظمت، اس کے علم و قدرت کی وسعت سے آگاہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ علم و دانش کی ترقی سے اس کے علم و حکمت کے نئے دروا ہوتے ہیں اور ہماری فکر و نظر کی جہتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ تفکر و تدبر اس کی ذات سے عشق کے زیادہ ہونے کا سبب بنتا ہے اور ہر لحظہ ہمیں اس سے قریب اور نزدیک کرتا ہے اور ہم اس کے نور و جلال و جمال میں محو ہوتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: و فی الارض آیات للموقنین۔ و فی انفسکم افلا تبصرون۔

ترجمہ: اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں، اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ (1)

ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا۔

ترجمہ: بے شک زمین و آسمان کی خلقت لیل و نہار کی آمد و رفت میں صاحبان عقل کے لیے قدرت خدا کی نشانیاں ہیں۔ جو لوگ اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے خدا کو یاد کرتے بینا اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے بینکہ خدایا تونے یہ سب بے کار پیدا نہیں کیا ہے تو پاک و بے نیاز ہے، ہمیں عذاب خدا سے محفوظ فرما۔ (2)

(1) سورہ ذاریات آیہ ۲۱، ۲۰

۲۔ صفات جمال و جلال

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے اور تمام کمالات سے آراستہ ہے، اس کی ذات، کمال مطلق اور مطلق کمال ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اس کائنات میں جتنا بھی حسن اور کمال پایا جاتا ہے اس کا مبدا و منبع پروردگار عالم کی ذات با برکت ہے۔

هو الله الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون۔ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنی يسبح له ما فى السماوات والارض و هو العزيز الحكيم۔

ترجمہ: وہ اللہ وہ ہے، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے۔ وہ ان تمام باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے، اس کے لیے بہترین نام بینزمین و آسمان کا ہر ذرہ اسی کے لیے محو تسبیح ہے اور وہ صاحب عزت و حکمت ہے۔ (1)

یہ اس کی صفات جمال و جلال کے کچھ نمونہ ہیں۔

۳۔ خداوند عالم کی ذات پاک و لا محدود ہے:

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کا وجود، تمام جہات سے لا متناہی ہے، علم و قدرت اور حیات ابدی و ازلی ہونے کے لحاظ سے، یہی دلیل ہے کہ اسے زمان و مکان میں قید نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ زمان و مکان میں مقید محدود ہوتا ہے، اس کے باوجود، وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں موجود ہے، اس لیے کہ وہ ہر زمان و مکان سے بالا اور مبرا ہے۔

یقیناً وہ ہم سے بے حد قریب ہے وہ باطن میں موجود ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے اس کے باوجود کہ وہ بے مکان ہے:

وهو الذى فى السماء اله و فى الارض اله و هو الحكيم العليم

ترجمہ: وہ اللہ وہ ہے جو آسمان و زمین معبود ہے اور وہ حکیم و علیم ہے۔ (2)

و هو معكم اينما كنتم والله بما تعملون بصير۔

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے۔ (3)

یقیناً وہ ہم سے خود ہماری بہ نسبت زیادہ قریب ہے، وہ ہمارے باطن میں موجود ہے، وہ سب جگہ حاضر و ناظر ہے جبکہ وہ مکان نہیں رکھتا۔

و نحن اقرب اليه من حبل الوريد

ترجمہ: اور ہم اس سے شہ رگ حیات سے زیادہ نزدیک ہیں۔ (4)

هو الاول والآخر والظاهر والباطن و هو بكل شى علیم

وہ ہے ابتدا و آخر، ظاہر و باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (5)

اور جو قرآن مجید مینذر ہوا ہے: ذوالعرش المجید (وہ صاحب عرش و صاحب مجد و عظمت ہے۔) (6)

(عرش اس آیہ کریمہ میں بلند شاہی تخت کے معنا میں نہیں ہے) قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ذکر ہوا ہے:

الرحمن على العرش استوى۔ (خداوند عالم کا ٹھکانا عرش ہے۔) (7)

اس آیہ کریمہ کے یہ معنا ہرگز نہیں ہیں کہ وہ ایک مکان میں ہے بلکہ اس کے معنا یہ ہیں کہ خداوند عالم کی حاکمیت تمام عالم مادہ اور جہان ماوراء طبیعت میں قائم ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اگر اس کے کسی خاص مکان کو تسلیم کر لیں تو گویا ہم نے اسے محدود کر دیا ہے اور صفات مخلوقات کو اس کے لئے ثابت کر دیا ہے اور اسے دوسری تمام اشیاء کی طرح مان لیا ہے جبکہ ایسے کمٹلہ شے۔ کوئی بھی شے اس جیسی نہیں ہوسکتی۔ (8)

ولم يكن كفوا احد۔ اسکی نظیر ملنا محال ہے اس کے لئے نہ کوئی شبیبہ ہے نہ کوئی نظیر۔ (9)

- (1) سورہ حشر آیہ ۲۴، ۲۳
- (2) سورہ زخرف آیہ ۴۸
- (3) سورہ حدید آیہ ۴
- (4) سورہ ق آیہ ۶۱
- (5) سورہ حدید آیہ ۳
- (6) سورہ بروج آیہ ۵۱
- (7) سورہ بقرہ آیہ ۲۵۵، قرآن مجید کی بعض آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی تمام آسمان و زمین سے بڑی ہے لہذا یہ عرش تمام عالم مادہ سے بڑا ہے۔ و سع کرسیہ السموات والارض۔
- (8) سورہ شوریٰ آیہ ۱۱
- (9) سورہ توحید آیہ ۴

۴۔ وہ جسم نہیں رکھتا اور ہرگز دکھائی نہیں دے گا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم کو ہرگز آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، اس لیے کہ آنکھوں سے دکھ جانے کے معنا یہ ہیں کہ وہ جسم ہے، مکان رکھتا ہے، رنگ و شکل و جہت رکھتا ہے جب کہ یہ سب مخلوقات کی صفات ہیں اور خداوند عالم بالا و منزہ ہے اس بات سے کہ مخلوقات کے صفات اس کے اندر پائے جائیں۔ خداوند عالم کی رویت کا عقیدہ رکھنا، ایک طرح کا شرک ہے: لا تدرکہ الابصار و هو یدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر۔

ترجمہ: آنکھیں اسے نہیں دیکھتی مگر وہ ہماری آنکھوں کو دیکھتا ہے شک وہ بخشنے والا اور جاننے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب موسیٰ کی قوم نے بہانہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں: لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ خداوند عالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ (1) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) انہیں کوہ طور پر لے گئے اور خداوند عالم سے بنی اسرائیل کی خواہش کا اظہار کیا اور خداوند عالم کی طرف سے یہ جواب آیا:

لن ترانی ولكن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک و انا اول المومنین۔

ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے، ہانکھہ طور کی طرف نگاہ کرو اگر وہ اپنی جگہ پر ثابت رہا تو مجھے دیکھ سکتے ہو اور چونکہ جیسے ہی پروردگار نے کوہ طور پر جلوہ دکھا یا وہ خاک میں تبدیل ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، جب ہوش آیا، عرض کیا: پروردگار! تو منزہ ہے اس بات سے کہ آنکھوں سے دکھائی دے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور مومنین میں سے پہلا ہوں۔ (2)

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرگز خداوند عالم کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ بعض آیات و روایات میں جو خداوند عالم کو آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے مراد، دل اور باطن کی آنکھوں سے دیکھنا ہے اس لیے کہ آیات قرآن ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں:

القرآن یفسر بہ بعضہ بعضا (3)

ان الکتاب یدق بعضہ بعضا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۸، ایک دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں: و ینطق بعضہ ببعض و یشہد بعضہ علی بعض۔ خطبہ ۱۰۳)

مولائے کائنات حضرت علی (ع) سے کسی نے دریافت کیا: (یا امیر المومنین ہل رایت ربک) اے امیر المومنین کیا آپ نے خداوند عالم کو دیکھا ہے؟ اپنے فرمایا: (اے ابدالاری) کیا میں کسی ایسے کی عبادت کروں جسے میں نے دیکھا نہ ہو؟ پھر فرمایا: (لا تدرکہ العیون بمشابدۃ العیان، و لکن تدرکہ القلوب بحقایق الایمان۔ آنکھیں ہرگز اسے دیکھ نہیں سکتیں، ہاں دل کی آنکھیں اسے ایمان کی طاقت سے دیکھ سکتی ہیں۔ (4)

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم کی ذات میں مخلوقات کی صفات کا قائل ہونا، جیسے اس کے لئے مکان، جہت، جسم، مشاہدہ اور رویت کا قائل ہونا، اس کی معرفت سے دور ہونے اور شرک میں پڑنے کا سبب ہے، بے شک وہ تمام ممکنات و

مخلوقات ان کی صفات سے بالا اور منزہ ہے اور کوئی بھی شی برگز اس کی طرح نہیں ہو سکتی۔

۵۔ توحید ، تمام اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔

ہمارا عقیدہ کہ معرفت خداوند عالم کے باب میں سب سے اہم مسئلہ معرفت توحید (اللہ کو ایک اور یکتا ماننا) ہے۔ توحید صرف اصول دین کا ہی ایک حصہ نہیں ہے بلکہ وہ تمام اسلامی عقاید کی اصل و روح ہے اور نہایت واضح الفاظ میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ تمام اسلامی اصول و فروع توحید میں مجسم ہوتے ہیں۔ ہر مقام پر گفتگو توحید و یکتا پرستی سے ہوتی ہے۔ وحدت ذات پاک اور توحید صفات و افعال خدا، ایک دوسری تفسیر کے مطابق دعوت تمام انبیاء کا ایک ہونا، دین و آیین الہی کا ایک ہونا، سمت قبلہ اور آسمانی کتاب کا ایک ہونا، انسان کے بارے میں اللہ کے احکام و قوانین کا ایک ہونا، مسلمانوں کا ایک صف میں منظم ہونا ، اور قیامت کے روز سب کا ایک ساتھ جمع ہونا۔ اسی دلیل کی بنیاد پر قرآن مجید توحید الہی سے انحراف اور شرک کی طرف میلان کو برگز نا بخشے جا نے و الا گناہ قرار دیتا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یمغر ما دون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افتری اثماً عظیماً۔
ترجمہ: خداوند عالم (برگز) شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم کو جسے چاہتا ہے (لایق سمجھتا ہے) بخش دیتا ، اور جو بھی اللہ کے لیے شریک قرار دیتا ہے وہ عظیم گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ (5)
و لقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحیطن عملک و لنکونن من الخاسرین۔
ترجمہ: آپ پر اور آپ سے پہلے تمام انبیاء پر وحی ہوئی ہے کہ مشرک بن گئے تو سارے اعمال تباہ ہوجائیں گے اور آپ نقصان اٹھائے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ (6)

(1) سورہ بقرہ آیہ ۵۵

(2) سورہ اعراف آیہ ۱۴۳

(3) یہ مشہور جملہ ہے جو ابن عباس سے نقل ہوا ہے، مگر یہ معنا نہج البلاغہ میں حضرت امیر علیہ السلام سے دوسری صورت میں بیان ہوا ہے:

(4) نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۹

(5) سورہ نساء آیہ ۴۸

(6) سورہ زمر آیہ ۶۵

۶۔ توحید کی شاخیں:

ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید کی بہت سی شاخیں ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل چار سب سے زیادہ اہم ہیں:

الف : توحید ذاتی

یعنی یہ کہ خداوند عالم کی ذات پاک ہے اور وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک و نظیر نہیں ہے۔

ب: توحید صفاتی

یعنی یہ کہ صفات علم و قدرت و ازلی و ابدی سب اس کی ذات میں جمع ہیں۔ اور یہ صفات اس کی عین ذات ہیں مخلوقات کی طرح نہیں ہے کہ ان کی ساری صفات ایک دوسرے سے الگ اور ان کی ذات سے جدا ہیں۔ البتہ خداوند عالم کی ذات و صفات کا ایک ہونا ایک ایسی بحث ہے جس کے لئے ظرافت اور دقت لازمی ہے۔

ج: توحید افعالی:

یعنی یہ کہ ہر فعل و حرکت جو اس دنیا میں انجام پاتا ہے وہ سب پروردگار عالم کی مشیت و ارادہ سے وجود میں آتا ہے: اللہ خالق کل شی و ہو علی کل شی وکیل۔ خداوند عالم تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا اور ان پر حافظ و ناظر ہے۔ (۱)

لہ مقالید السموات و الارض ، آسمان و زمین کی چاہیاں اس کے پاس ہیں - (یعنی اس کے دست قدرت میں ہیں) (۲) بے شک (لا موثر فی الوجود الا اللہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس جہان ہستی میں موثر نہیں ہے۔ اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے کام انجام دینے میں مجبور ہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اپنے ارادے اور فیصلے میں آزاد ہیں (انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا) ہم نے اسے (انسان) کو ہدایت کردی (اور اسے راستے دکھا دیئے) چاہے وہ شکر گزار بن جائے (اور قبول کرے) یا انکار کر دے (اور طغیان کرے) (۳) (و ان لیس للانسان الا ما سعی) انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے اپنی سعی و کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ (۴) یہ آیہ کریمہ صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ انسان آزاد و خود مختار ہے لیکن چونکہ ارادہ کی آزادی اور کام انجام دینے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے لہذا ہمارے کام اسی سے نسبت رکھتے ہیں مگر اس سے انجام پانے کی ذمہ داری ہم سے ختم نہیں ہوتی۔ اس پر توجہ ہونے چاہئے۔ البتہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنے اعمال کو آزادی، ارادہ اور اختیار کے ساتھ انجام دیں تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہمیں آزما سکے اور ہمیں کمال کی منزلوں تک پہنچائے اس لئے صرف ارادے کی آزادی اور اختیار کے ساتھ خداوند عالم کی عبادت اور اطاعت ہی انسان کو کمال تک سکتی ہیں۔ اور مجبوری میں انجام دیئے جالے افعال اور زبردستی کے اعمال نہ کسی انسان کے لیے خوبی کا سبب ہوسکتے ہیں اور نہ ہی اس کی برائی کی علامت، اگر ہم اپنے افعال کے انجام دینے میں مجبور ہوتے تو نہ انبیاء کی بعثت کا کوئی مفہوم ہوتا نہ ہی آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا کوئی مقصد، اور نہ ہی دینی فریقوں اور تعلیم و تربیت کا کوئی فائدہ ہوتا اور جزا و سزا بھی بے معنی و مفہوم ہوجاتے، یہ وہ تعلیمات ہیں جنہیں ہم نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے مکتب سے حاصل کیا ہے، فرماتے ہیں: نہ جبر مطلق صحیح ہے اور نہ تقویض و آزادی مطلق بلکہ ان کے درمیان کا راستہ انتخاب کرنا صحیح ہے: (لا جبر و لا تقویض و لکن امر بین الامرین) (۵)

د . توحید عبادت

عبادت، خداوند عالم سے مخصوص ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، یہ شاخ، توحید کی سب سے اہم شاخ میں شمار ہوتی ہے اور انبیاء الہی سب سے زیادہ اس پر تاکید کرتے ہیں: وما امرو الا ليعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء۔۔۔ ذلک الدین القیمہ انہیں (انبیاء) اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے دین کو اس کے لیے خالص کریں اور شرک سے باز آئیں، یہ ہے اللہ کا محکم اور پایدار دین۔ (6) اخلاق و عرفان کے کمال کی منزلیں طے کرنے کے لیے اس سے بھی عمیق توحید کی ضرورت ہوتی ہے، اس راہ میں توحید اس منزل تک پہنچ جاتی ہے جہاں انسان صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے اور ہر مرحلہ پر صرف اسی کو طلب کرتا ہے اور اس کے سوا کسی کی فکر اسے مشغول نہیں کرتی اور کوئی بھی شی اسے خدا سے دور کر کے خود میں مشغول نہیں کرتی: کلما شغلک عن اللہ فہو ضمک۔ ہر چیز جو تجھے خود سے مشغول کر دے اور خداوند سے دور کرے، وہ تیرا بت ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید کی شاخیں صرف ان چار تک محدود و منحصر نہیں ہیں بلکہ توحید مالکیت (تمام اشیاء کا مالک خداوند عالم ہے) اللہ ما فی السماوات و ما فی الارض (7) و توحید حاکمیت (قانون بنانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے) من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون (8) یہ سب توحید کی شاخیں ہیں۔

(۱) سورہ زمر آیہ ۶۲

(2) سورہ زمر آیہ ۶۲

(۳) سورہ انسان آیہ ۳

(۴) سورہ نجم آیہ ۳۹

(5) اصول کافی جلد ۱، صفحہ ۱۶۰ (باب الجبر والقدر والامر بین الامرین)

(6) سورہ بینہ آیہ ۵

(7) سورہ یقرہ آیہ ۲۸۴

(8) سورہ مائدہ آیہ ۴۴

۷۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے کہ وہ عظیم معجزات و کرامات، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ظاہر ہوئے ہیں، سب اللہ کے اذن سے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے ارشاد ہوا ہے: (و تبری الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی - ترجمہ: پیدا پشی اندھوں اور برص جیسے ناقابل علاج مریضوں کو میرے اذن سے شفا دیتے تھے اور مردوں کو میرے حکم سے زندہ کیا کرتے تھے)۔ (1)

اور حضرت سلیمان کے ایک وزیر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی۔ ترجمہ: وہ جس کے پاس کتاب آسمانی کا علم تھا، کہا: میں آپ کے پلک چھپکنے سے پہلے اسے (ملکہ سبا کے تخت کو) آپ کے پاس لا سکتا یہوں اور جب حضرت سلیمان نے اسے اپنے سامنے مستقر دیکھا تو کہا: یہ میرے اللہ کے فضل (ارادہ) (2) سے ہے۔

لہذا اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناقابل علاج مریضوں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کرنے کی نسبت دینا، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، عین توحید ہے۔

(1) سورہ مائدہ آیہ ۱۱۰

(2) سورہ نحل آیہ ۴۰

۸۔ اللہ کے فرشتے

ہمارا عقیدہ ہے کہ ملائکہ وجود رکھتے، ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو خاص امر کے لئے مقرر کیا گیا ہے، بعض کو ابلاغ و حی پر مامور کیا گیا تھا۔ (۱) ایک گروہ کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر مامور کیا گیا ہے۔ (۲) ایک گر وہ قبض روح پر مامور ہے۔ (۳) ایک گروہ کو مومنین حقیقی کی مدد پر مامور کیا گیا ہے۔ (۴) ایک گروہ کو جنگوں میں مومنین کی مدد کے لیے مامور کیا گیا ہے۔ (۵) ایک گروہ کا کام باغی اور سرکش قوموں پر عذاب نازل کرنا ہے۔ (۶) (سورہ ہود آیہ ۷۷) اس کے علاوہ کائنات کے دوسرے امور ان کے حوالے کے کیے ہیں۔

چونکہ یہ سارے امور اللہ کے اذن اور حکم اور اس کی نصرت و استعانت سے ملائکہ کے سپرد کے گئے ہیں لہذا اصل توحید افعالی اور توحید ربوبیت سے نہ صرف یہ کہ اس سے کوئی منافات نہیں ہے بلکہ اس پر تاکید بھی ہے۔ اس سے یہ بات بھی روشن اور واضح ہوجاتی ہے کہ چونکہ شفاعت انبیاء و ائمہ و ملائکہ، اللہ کے اذن اور حکم سے ہے لہذا عین توحید ہے مامن شفیع الا من بعد اذنہ ۔ کوئی بھی شفاعت کرنے والا خدا کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں کرسکتا۔ (۷)

اس مسئلہ اور مسئلہ توسل کے بارے میں تفصیلی بحث انشاء اللہ نبوت انبیاء کے باب میں آئے گی ۔

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۹۷۔

(۲) سورہ انفطار آیہ ۱۰۔

- (۳) سورہ اعراف آیہ ۳۷۔
 (۴) سورہ فصلت آیہ ۳۰۔
 (۵) سورہ احزاب آیہ ۹
 (۷) سورہ یونس آیہ ۳

۹۔ عبادت خداوند عالم سے مخصوص ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ عبادت خداوند عالم کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ (جیسا کہ توحید عبادت کی بحث میں اشارہ ہوا ہے) لہذا جو بھی غیر خدا کی پرستش کرے گا وہ مشرک ہے، تمام انبیاء کی دعوت اسی مسئلہ پر متمرکز ہے۔ اعبودا اللہ مالک من الہ غیرہ۔ خداوند عالم کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں انبیاء کے حوالے سے کئی بار ذکر ہوئی ہے۔ (۱) قابل توجہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ہمیشہ اپنی نمازوں میں سورہ حمد میں ایک مہم اسلامی شعار کے طور پر اس آیہ کریمہ کی تکرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں

ایک نعید و ایک نستعین۔ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے استعانت و مدد طلب کرتے ہیں۔ واضح ہے کہ ائمہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء اور فرشتوں کے شفاعت کرنے کا عقیدہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا اللہ کے اذن سے ہے، عبادت کے معنی میں نہیں ہے۔ اسی طرح انبیاء سے متوسل ہونا، اس معنی میں کہ وہ پروردگار عالم سے ان کی مشکلات کے حل کے لئے توسل کریں، یہ بات نہ پرستش و عبادت میں شمار ہوتی ہے اور نہ ہی توحید افعالی و توحید عبادت سے منافات رکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل نبوت کی بحث میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

(۱) سورہ اعراف آیہ ۸۵، ۷۳، ۶۵، ۵۹ و۔۔۔

۱۰۔ پروردگار عالم کی حقیقت سب کے لیے پوشیدہ ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ باوجود اس کے کہ خداوند عالم کے وجود کے آثار تمام کائنات پر آشکار و ہویدا ہیں، اس کی حقیقت ذات کسی پر روشن نہیں ہے۔ اور کوئی بھی اس کے حقیقت وجود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اس کی ذات تمام جہات سے لا محدود ہے اور انسان ہر لحاظ سے محدود ہے۔ اور محدود کے لیے نامحدود کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے: الا انہ بکل شیء محیط لا محدود۔ بے شک وہ تمام شیء پر احاطہ و قدرت رکھتا ہے۔ (۱)

و اللہ من ورائہم محیط پروردگار عالم تمام اشیاء پر محیط ہے۔ (۲)

حکیم تو اپنی عقل پر ناز کرتا ہے۔ تیری فکر اس راہ کو طی نہیں کر سکتی اس کی ذات تک خرد پہنچ سکتی ہے۔ اگر خس دریا کی تہ میں پہنچ جائے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مشہور و معروف حدیث میں ارشاد ہوا ہے: ما عبد ناک حق عبادتک و ما عرفناک حق معرفتک۔ ہم تیری عبادت کر سکے اور معرفت کا کما حقہ حق ادا نہیں کر سکے۔ (۳)

واضح رہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ چونکہ ہم اس کے بارے میں علم تفصیلی نہیں رکھتے لہذا علم و معرفت اجمالی بھی حاصل نہ کریں اور صرف معرفت الہی کی باب میں ذکر ہونے والے ان الفاظ پر قناعت کریں جو ہمارے لیے واضح نہیں ہیں۔ یہ وہی نظریہ تعطیل معرفت ہے جسے ہم قبول نہیں کرتے، اور جس کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابیں سب کی سب اللہ کی معرفت اور شناخت کے لیے نازل کی گئی ہیں۔

اس موضوع کے بارے میں ٹھہروں مثالیں دی جاسکتی ہیں جیسے ہم حقیقت روح کے بارے میں نہیں جانتے کہ کیا ہے؟ لیکن اس کے بارے میں اجمالی علم ہمیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ روح وجود رکھتی ہے اور ہم اس کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام کی ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے: کَلِمَا مِیْتَر تَمُوہ بَاوہَامِکُم فِی اِذْنِ مَعَانِیہِ مَخْلُوقِ وَضُوعِ مَثَلِکُم مَرْدُودِ الِیْکُم - ہر وہ چیز جسے انسان فکر و نظر سے اس کے واقعی معنا تک تصور کرسکے وہ آپ کی مخلوق و مصنوع ہوجاتی ہے اور خود اس انسان کے مانند ہے اور وہ تمہاری طرف ہی پلٹتی ہے۔ (اور یقیناً خداوند عالم اس سے میرا و منزہ ہے) (۴)

حضرت امیر المومنین کی ایک حدیث میں معرفت الہی کی دقیق راہ کو نہایت بلیغ و حسین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے ارشاد فرماتے ہیں: لَمْ یَطْلُعِ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْعُقُولَ عَلٰی تَحْدِیدِ صِفَتِهِ، و لَمْ یَحْجُبْهَا اَمْوَاجُ مَعْرِفَتِهِ۔ خداوند عالم نے عقلوں کو اپنی صفات کی حد سے آگاہ نہیں کیا ہے اور (جبکہ) اسی کے باوجود انہیں ضروری شناخت و معرفت سے محروم اور محجوب نہیں کیا ہے۔ (5)

-
- (۱) سورہ فصلت آیہ ۵۴
(۲) سورہ بروج آیہ ۲۰
(۳) بحار الانوار جلد ۶۸ صفحہ ۲۳
(۴) بحار الانوار جلد ۶۶ صفحہ ۲۹۳
(۵) غرر الحکم

۱۱۔ نہ تعطیل صحیح ہے نہ تشبیہ۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح سے (تعطیل) یعنی خداوند عالم اور اسکی صفات کی شناخت و معرفت کا حاصل کر لینا صحیح نہیں ہے، اسی طرح سے تشبیہ کے عقیدہ کا قائل ہونا بھی غلط اور شرک آلود ہے، یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس ذات پاک کو بالکل نہیں پہنچاں سکتے، اس کی معرفت حاصل کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے، جیسا کہ اسے مخلوقات سے تشبیہ نہیں سکتے۔ ایک راہ افراط پر منتهی ہوئی ہے تو دوسری تقریظ پر، اس نکتہ پر توجہ ہوئی چاہیے۔

ہمارے عقیدے

بخش دوم نبوت انبیاء الہی

فلسفہ بعثت انبیاء

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت اور انہیں کمال و سعادت ابدی تک پہنچانے کے لیے انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا ہے، کیونکہ اگر خداوند عالم انہیں نہ بھیجتا تو انسان کے کا مقصد حاصل نہ ہوتا اور وہ گمراہی کے گرداب میں غوطہ ور رہتے اور مقصد خلقت کے برعکس نتیجہ نکلتا:

رسلا مبشرین ومنذرین لنلا یكون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل و کان اللہ عزیزا حکیمًا۔
ترجمہ: انبیاء (کو بھیجا) جو حنت بچی دینے جو بشارت اور جہنم سے ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں پر سے حجت تمام ہوجائے (تا کہ انبیاء لوگوں کو راہ سعادت و کمال دکھائیں اور سب کے لیے اتمام حجت کا سبب ہو) اور یقیناً خداوند قدرت اور حکمت والا ہے۔ (1)

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء میں پانچ حضرات اولو العزم اور صاحب شریعت ہیں، جن کے پاس آسمانی کتاب اور نئی شریعت تھی، ان میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، اس کے بعد حضرت موسیٰ و

حضرت عیسیٰ (ع) اور ان میں آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں۔
و اذ اخذنا من النبیین میثاقہم و منک و من نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم و اخذنا منهم میثاقا غلیظا۔
اس وقت کو یاد کریں جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور (اسی طرح) آپ نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سے اور ہم نے ان سب سے محکم عہد لیا (کہ) رسالت کی تبلیغ اور آسمان کی تعلیمات کے لیے سعی کریں) (2)
فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل۔

صبر و استقامت سے کام لو جیسے اولو العزم پیغمبروں نے صبر و استقامت سے کام لیا۔ (3)
ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام، خاتم الانبیاء اور اللہ کے آخری رسول میں اور ان کی شریعت دنیا کے تمام لوگوں کے لیے ہے اور دنیا کے ختم ہونے تک باقی رہے گی۔ یعنی اسلامی معارف و احکام و تعلیمات میں ایسی جامعیت پائی جاتی ہے کہ انسانوں کی تمام مادی و معنوی ضروریات کو پورا کر سکے۔ اور نبی اسلام کی بعد جو بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے وہ باطل و بے بنیاد ہے۔

ما کان محمد ابداً من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیم۔ (4)
محمد (ص) تم میں سے کسی بھی فرد کی منی ہوے باپ نہیں ہیں، وہ اللہ کے رسول اور خاتم المرسلین رہیں اور یقیناً خداوند پرستی بے تم میں سے کسی بھی مرد آگاہ ہے۔ (و جو کچھ نبی اکرم (ص) کے ضروری تھا، خداوند عالم نے ان کے اختیار میں قرار دیا)

(1) سورہ نساء آیہ ۱۶۵

(2) سورہ احزاب آیہ ۷

(3) سورہ احقاف آیہ ۳۵

(4) سورہ احزاب آیہ ۴۰

۱۳۔ ادیان آسمانی کے ماننے والوں کے ساتھ زندگی گزارنا۔

اس کے باوجود کہ ہم اسلام کو اس دور میں خداوند عالم کے حقیقی دین کے طور پر مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیگر آسمانی ادیان کے پیرو کاروں کے ساتھ (صلح و دوستی و محبت کے ساتھ) زندگی گزارنا حقیقی چاہیے، چاہے وہ اسلامی ممالک میں رہتے ہوں یا غیر اسلامی ممالک میں، سوائے ان میں سے ایسے لوگوں کہ جو اسلام و مسلمین سے جنگ کرنا چاہتے ہوں۔

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبرد ہم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین
ترجمہ: خداوند عالم تمہیں نیکی کرنے اور ایسے لوگوں سے عدالت کی رعایت کرنے سے، جنہوں نے دین کی خاطر تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھر اور وطن سے دور نہیں کیا، منع نہیں کرتا، اس لیے کہ خداوند عالم انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (1)

ہمارا عقیدہ ہے کہ سلجھی ہوئی باتوں کے ذریعہ ہم حقیقت اور تعلیمات اسلام کو دینا کے تمام انسانوں کے سامنے بیان اور آشکار کر سکتے ہیں، یقیناً اسلام میں اس قدر قوی جاذبیت و کشش پائی جاتی ہے کہ اگر اسے اچھی طرح سے بیان کر دیا جائے تو وہ بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف جذب کر سکتا ہے، خاص طور پر آج دینا میں اسلام کا پیغام سننے کے لیے لوگوں کے قلوب آمادہ ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کو جبر و زبردستی کے ساتھ لوگوں پر تحمیل نہیں کرنا چاہیے (لا اکر اہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) دین کے قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے اس لیے کہ صحیح اور غلط راستے آشکار ہو چکے ہیں۔ (2)
ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کے جامع اصول و قوانین پر عمل کر کے مسلمان دوسروں کے لیے اسلام کو پیش کر سکتے ہیں۔ لہذا کسی اجبار و تحمیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(1) سورہ ممتحنہ آیہ ۸

(2) سورہ بقرہ آیہ ۲۵۶

۱۴۔ انبیاء کا عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہونا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء الہی معصوم عن الخطا ہیں، عمر کے ہر حصہ میں (چاہے نبوت سے پہلے کی عمر ہو یا بعد کی) وہ خطا و غلطی و گناہ سے اللہ کی تائید و توفیق سے محفوظ رہتے ہیں، اس لیے کہ اگر وہ گناہ یا خطا کے مرتکب ہوں تو مقام نبوت پر سے لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور لوگ انہیں اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ بنانے سے مطمئن نہیں رہیں گے اور انہیں اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنا راہنما و آئینہ بننا نہیں بنا سکیں گے۔ اسی دلیل کے تحت ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بعض آیات قرآنی کے ظاہر سے بعض نبیوں کی طرف گناہ کی نسبت دی گئی ہے وہ ترک اول کے طور پر ہیں (یعنی یہ کہ انہوں نے نیک کاموں میں کم درجہ کا کو منتخب کر لیا حالانکہ بہتر یہ ہوتا کہ وہ عالی درجہ کام کا انتخاب کرتے۔ یا دوسری تعبیر کے مطابق جیسے (حسنات الابرار سیئات المقربین) اچھوں کی نیکیاں (کبھی) مقرب لوگوں کے لیے گناہ کا درجہ اختیار کر لیتی۔ (۱)

(۱) مرحوم علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس جملہ کی نسبت آئمہ علیہم السلام طرف دی ہے، حالانکہ انہوں نے کسی معصوم کا نام نہیں لیا ہے۔ (بحار الانوار جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۵) اس لیے کہ ہر انسان سے عمل کی توقع اس کے مقام و مرتبہ کے صاحب سے کی جاتی ہے۔

۱۵۔ وہ سب اللہ کے مطیع بندے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا سب سے بڑا افتخار یہ تھا کہ وہ اس کے مطیع و فرمانبردار بندے تھے، یہی دلیل ہے کہ ہم ہر روز اپنی نمازوں میں پیغمبر اکرم (ص) کے بارے میں اس جملہ کی تکرار کرتے ہیں: و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ص) اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کسی بھی نبی نے اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی ہے۔ ما کان بشر ان یوتیہ اللہ الكتاب و الحکم و النبوه ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ۔ ترجمہ: کسی بھی انسان کے لیے بہتر نہیں ہے کہ خداوند اے آسمانی کتاب اور حکم و نبوت دے اور پھر وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے علاوہ میری عبادت کرو۔ (1) یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ہرگز لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی اور ہمیشہ خود کو اللہ کی مخلوق، بندہ اور رسول ہونے کا اعلان کیا: لن یستکف المسیح ان یکون عبدا للہ و لا الملائکہ المقربون۔ ہرگز عیسیٰ (ع) کو اس بات سے انکار نہیں تھا کہ وہ اللہ کے بندہ ہیں اور نہ ہی مقرب فرشتوں نے کبھی اس بات کی تائید کی کہ وہ اللہ کے بندے نہیں ہیں۔ (2) عیسائیت کی موجودہ تاریخ بھی گواہی دیتی ہے کہ مسئلہ تثلیث (تین خدا کا عقیدہ رکھنا) پہلی صدی عیسوی میں اس کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ عقیدہ بعد میں پیدا ہوا ہے۔

(1) سورہ آل عمران آیہ ۷۹

(2) سورہ نساء آیہ ۱۷۲

۱۶۔ معجزات و علم غیب

انبیاء کا بندہ ہونا اس بات سے منافات نہیں رکھتا کہ وہ اذن و فرمان خداوند سے غیب کی ماضی، حال اور مستقبل کی باتوں سے آگاہ نہ ہوں۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتقی من رسول۔

ترجمہ: پروردگار عالم غیب کا جاننے والا ہے و کسی کو اپنے غیب کے اسرار سے آگاہ نہیں کرتا مگر ان رسولوں کو جنہیں اس نے منتخب کیا ہے۔ (1)

ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی معجزوں میں سے ایک یہ تھا کہ وہ لوگوں کو غیب کی خبر دیتے تھے: و انبئکم بما تاكلون و ما تدخرون فی بیوتکم۔ میں تمہیں ان چیزوں کے بارے میں، جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، خبر دیتا ہوں۔ (2)

پیغمبر اسلام (ص) بھی تعلیم الہی کے وسیلہ سے بہت سی پوشیدہ باتوں کو بیان فرمایا کرتے تھے:

ذلک من انباء الغیب توحید الیک یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔

لہذا اس بات میں کوئی منافات نہیں ہے کہ انبیاء الہی وحی کے ذریعہ اللہ کی اجازت سے لوگوں کو غیب کی خبریں دیں اور قرآن مجید کی جن آیات میں نبی اکرم (ص) سے غیب کے علم کی نفی کی گئی ہے: جیسے و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک۔ مجھے غیب کا علم نہیں ہے اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں ملک ہوں۔ (3)

اس سے مراد علم ذاتی و استقلالی ہے وہ علم نہیں، جو تعلیم الہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات، دیگر بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الہی غیر معمولی کاموں اور اہم معجزات کو اللہ کے اذن سے انجام دیا کرتے تھے اور اس طرح کے کام انجام دینے کا عقیدہ رکھنا، جو اللہ کے اذن سے ہو، نہ شرک ہے اور نہ ہی مقام عبودیت سے کوئی منافات رکھتا ہے۔

حضرت عیسیٰ (ع) قرآن مجید کی صراحت کی مطابق مردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کر دیا کرتے تھے، ناقابل علاج بیماروں کو اللہ کے حکم شفاء عطا کیا کرتے تھے: و ابری الاکمر والابرص و احی الموتی باذن اللہ۔ (4)

(1) سورہ جن آیہ ۲۶، ۲۷

(2) سورہ آل عمران آیہ ۴۹

(3) سورہ انعام آیہ ۵۰

(4) سورہ آل عمران آیہ ۴۹

۱۷۔ مقام شفاعت انبیاء

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الہی اور ان میں سب سے افضل و برتر پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) مقام شفاعت رکھتے ہیں اور گناہ گاروں کے خاص گروہوں کے لیے خداوند عالم سے شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت بھی اذن و اجازہ پروردگار کے ساتھ ہوگی:

ما من شفیع الا من ہو اذنہ۔ کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکتا مگر وہ جسے اللہ اذن دے گا۔ (1)

من ذا الذی یشفع عنہ الا باذنہ۔ کون ہے جو اللہ شفاعت کرے مگر یہ کہ اس کے اذن سے۔ (2)

اور اگر قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ میں بطور مطلق شفاعت کی نفی کی گئی ہے اور ارشاد ہو رہا ہے:

من قبل ان باتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ
انفاق کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ بیع ہوگی (تا کہ کوئی اپنے لیے سعادت و نجات کو خرید کے) نہ دوستی
(اور معمولی رفاقت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا) اور نہ شفاعت - (3)

ہمارا عقیدہ ہے کہ مسئلہ شفاعت، انسانوں کی تربیت اور گناہگاروں کو راہ راست پر پلٹانے اور انہیں پاکی و تقویٰ کی
طرف تشویق دلانے، ان کے دل میں امید زندہ کرنے کے لیے نہایت اہم وسیلہ ہے۔ اس لیے کہ ایسا نہیں ہے مسئلہ شفاعت
بغیر کسی حساب و کتاب کے ہو بلکہ یہ صرف ایسے افراد اور لوگوں کے لیے ہے جن میں اس کی شایستگی و اہلیت پائی
جاتی ہوگی یعنی ان کے گناہ اس حد تک نہ ہوں کہ ان کا رابطہ شفاعت کرنے والے حضرات سے بالکل ٹوٹ گیا ہو۔ مسئلہ
شفاعت گناہگاروں میں خوف پیدا کرانے کے لیے ہے کہ انسان اپنے پیچھے بازگشت کے ایک راستہ کو کھلا رکھے اور
شفاعت کی لیاقت و استعداد کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

- (1) سورہ یونس آیہ ۳
- (2) سورہ سورہ بقرہ آیہ ۲۵۵
- (3) یہاں شفاعت سے مراد استقلالی اور بغیر اذن والی شفاعت ہے یا ایسے لوگوں کے بارے میں ہے جن میں شفاعت کی قابلیت ہوگی۔
اس لیے کہ قرآن مجید کی بعض آیات دیگر بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

۱۸ - مسئلہ توسل

ہمارا عقیدہ ہے کہ توسل کا مسئلہ بھی شفاعت کی طرح ہے۔ یہ مسئلہ مادی و معنوی مشکل میں بہنسے ہوئے لوگوں کو امید
اور اجازت دیتا ہے کہ اولیاء الہی کے دامن کا سہارا لیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ ان کی مشکلات کو حل کرا دیں۔
یعنی یہ کہ ایک طرف تو وہ خود اللہ کی بارگاہ میں حضور پیدا کریں اور دوسری طرف اولیاء الہی کو اپنا وسیلہ قرار دیں:
و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ و استغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔
اگر وہ لوگ خود پر ظلم کرنے اور گناہ کے مرتکب ہونے کے بعد، آپ کے پاس آتے اور اللہ سے طلب بخشش کرتے اور
رسول خدا (ص) بھی ان کے لیے طلب غفران کرتے تو خداوند عالم کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔ (۱)
حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی داستان میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ وہ سب اپنے والہ سے متوسل ہوئے اور سب نے کہا:
یا ابانا استغفر لنا انا کنا خاطئین۔ اے پدر، ہمارے لیے خداوند سے طلب مغفرت کریں، اس لیے کہ ہم نے خطا کی تھی،
بوڑھے باپ (یعقوب نبی) نے ان کے اس درخواست کو قبول کیا اور ان سے مدد کا وعدہ کیا اور کہا: سوف استغفر لکم ربی۔
عنقریب میں تم سب کے لیے بارگاہ خداوندی میں طلب مغفرت کروں گا۔ (۲)
یہ آیات اس بات کی گواہ ہیں کہ توسل گزشتہ امتوں میں بھی تھا اور آج بھی باقی ہے۔
ہاں اس عقلی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور اولیاء خدا کو مستقل اور اذن خداوند سے بے نیاز نہیں سمجھنا چاہیے اس
لیے کہ ایسا کرنا مشرک و کفر سبب بن جائے گا۔
اور ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ توسل، اولیاء الہی کی عبادت کی میں تبدیل ہو جائے، ایسا کرنا بھی کفر و شرک ہے۔ اس
لیے کہ وہ ذاتا اور بغیر اذن الہی سود و زیان نہیں پہنچا سکتے۔
قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ما شاء اللہ کہہ دیجیے کہ میں (حتی) کہ خود کو بھی فائدہ و نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر
یہ کہ خدا ایسا چاہے۔ (۳)
غالباً تمام اسلامی فرقوں کی عوام توسل کے مسئلے میں افراط و تفریط سے کام لیتی ہے۔ ایسے لوگوں کی ہدایت و راہنمائی
کرنی چاہیے۔

- (۱) سورہ نساء آیہ ۶۴
- (۲) سورہ یوسف آیہ ۹۷، ۹۸

۱۹۔ تمام انبیاء کی دعوت کا مقصد ایک ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کا ہدف مشترک تھا اور وہ انسانی معاشرہ میں ایمان، خدا و قیامت، دین کی صحیح تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصولوں کی تقویت سے انسانوں کو سعادت تک پہنچانا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ تمام انبیاء محترم ہیں، قرآن مجید نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے:

لا نفرج بین احد من رسلہ: ہمارے نزدیک انبیاء الہی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ (1)

اگرچہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بشریت اعلیٰ تعلیمات کے لیے بتدریج آمادہ ہوتی گئی اور ان تعلیمات کے عمق میں اضافی ہوتا گیا اور سلسلہ یہاں تک آگے بڑھا کہ آخری اور کامل ترین دین، اسلام تک آگیا اور خداوند عالم کی طرف سے یہ حکم صادر ہو گیا کہ

اليوم الکملات لکم دینکم و التمت علیکم نعمتی و رفیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا اور اسلام کو دین جاوید کے طور پر قبول کر لیا۔

(1) سورہ بقرہ آیہ ۲۸۵

۲۰۔ گذشتہ انبیاء کی خبریں

ہمارا عقیدہ ہے کہ بہت سے نبیوں نے اپنے بعد آنے والے پیغمبروں کی بشارت دی، جیسے حضرت موسیٰ (ع) حضرت عیسیٰ (ع) جنہوں نے پیغمبر اسلام (ص) کے بارے واضح نشانیوں کی ساتھ خبر دی، جو آج بھی ان کی بعض کتابوں میں مندرج ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورات والانجیل۔۔۔ اولئک ہم المفلحون۔

جو لوگ اللہ کے امی (دنیا میں درس نہ پڑھنے والے اگر عالم و آگاہ) رسول کی پیروی کرتے ہیں، وہی نبی جس کے

صفات کو وہ تورات و انجیل جو ان کے پاس ہے امین ہوتے ہیں ایسے لوگ ہی کامیاب و کامران ہیں۔ (1)

اس بات کی دلیل ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) کی بعثت سے پہلے یہود کا ایک گروہ مدینہ آیا اور وہ بڑی نے صبری اور بے تابی سے آپ بعثت کا انتظار کر رہے تھے، اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ اس کا ظہور اسی سرزمین سے ہوگا۔ اگرچہ آپ کے مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے فایدوں کی وجہ سے مخالفت پر اتر آئے۔

(1) سورہ اعراف آیہ ۱۵۷

۲۱۔ انبیاء الہی انسانی زندگی کے تمام پہلو کی اصلاح چاہتے تھے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آسمانی ادیان جو اللہ کے رسولوں کو دیئے گئے بہ خاص طور پر دین اسلام، وہ صرف انسان کی فردی، انفرادی زندگی یا معنوی و اخلاقی مسائل تک منحصر نہیں تھے بلکہ وہ انسان کی معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر محیط تھے۔ یہاں تک کہ بہت سے علوم، جو انسان کی روزمرہ زندگی کے لیے ضروری اور ناگزیر تھے، لوگ آپ سے ان کی تعلیم حاصل کرتے تھے، جس میں بعض کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الہی کے منجملہ مهمترین اہداف مینسے ایک ہدف، سماج اور معاشرہ میں نظام عدل و انصاف قائم کرنا تھا:

و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معهم الکتاب و المیزان ليقوم الناس بالقسط

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کے روشن دلائل کے ساتھ بھیجا ان کے ساتھ آسمانی کتاب اور میزان (حق کو باطل کی بھجان اور عادلانہ قوانین کو نازل کیا تا کہ (دیناکے) لوگ عدل و انصاف قائم کریں۔(1)

(1) سورہ حدید آیہ ۲۵

۲۲ قومی و نسلی امتیاز کی نفی

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الہی مخصوصا پیغمبر اسلام (ص) کسی طرح کے قومی و نسلی امتیاز کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی نظر میں دنیا کی ساری نسلیں، زبانیں، قومیں اور ملتیں یکساں تھیں۔ قرآن مجید تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکر مکم عند اللہ اتقاکم۔

اے لوگوں ہم نے تمیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمیں خاندان اور قبیلوں میں قرار دیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو (یہ کوئی امتیاز کا معیار نہیں ہے) ہم اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ محترم سب سے زیادہ تقویٰ لوگ ہیں۔(۱)

پیغمبر اسلام (ص) کی ایک نہایت معروف حدیث میں اس طرح سے ذکر ہوا ہے کہ سرزمین منی پر (حج کے موسم میں) آپ اس حالت میں کہ شتر پر سوار تھے، لوگوں کی طرف رخ کیا اور یہ حدیث ارشاد فرمائی:

یا ایہا الناس، الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لاسود علی احمر، ولا الاحمر ولی اسود، الا بالتقوی۔

اے لوگوں، جان لو کہ تمہارے پروردگار ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، نہ عرب کو عجم پر برتری ہے، نہ عجم کو عرب دلی نہ سیاہ پوست کو گندمی رنگ والے پر برتری ہے، نہ گندمی رنگ والے کو سیاہ پوست والوں پر، اس برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ کیا میں نے تم تک پیغام پہنچادیا؟ سب نے کیا: ہاں۔ پھر فرمایا ابن بات کو حاضرین غائبین تک پہنچائیں۔(۲)

(۱) سورہ حجرات آیہ ۱۳

(۲) تفسیر قرطبی، جلد ۹ صفحہ ۶۱۶۲

۲۳۔ اسلام اور انسانی سرشت

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم پر ایمان، توحید اور انبیاء کی تعلیمات کے اصول اجمالی اور فطری طور پر تمام انسانوں کی سرشت میں موجود ہیں، انبیاء الہی نے ان پر ثمر تخموں کی آبیاری آب وحی سے کی ہے اور شرک و گمراہی کی جھاڑیوں کو انسان سے دور کیا ہے:

فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون۔

یہ (پروردگار کا خالص دین) ایسی فطرت ہے جس پر خداوند عالم نے تمام انسانوں کو خلق کیا ہے اور خلقت الہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہے (امہ یہ فطرت تمام انسانوں میں ثابت ہے) یہ استوار دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔(1)

یہی دلیل ہے کہ تاریخ میں ہمیشہ دین، انسانوں کے درمیان رہا اور مورخین کے قول کے مطابق بے دینی و لا دینی ایک امر نادرست اور استثنائی ہے یہاں تک کہ بہت سے ایسے نامور مکتب جو ایک دراز مدت تک سختیوں اور پرو پیگنڈوں کے باعث ضد دین رہے ہیں، مگر انہیں جیسے ہی آزادی حاصل ہوئی، دینداری کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ ہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بہت سی گذشتہ قوموں کا ثقافتی پچھڑا پن سبب بتنا کہ ان کے عقاید اور دینی آداب خرافات اور بدعتوں کی نذر ہو جائیں اور اس مقام پر، انبیاء الہی کا کام ایسی بدعتوں اور خرافات سے مقابلہ کر آئینہ فطرت انسان سے غبار باطل کو صاف کرنا ہوتا تھا۔

(1) سورہ روم آیہ ۳۰

ہمارے عقیدے

بخش سوم۔ قرآن اور کتب آسمانی

۲۴ ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے متعدد آسمانی کتابوں کو نازل کیا۔

خدا اور عبادت پروردگار میں خطا کا شکار ہوجاتا اور تقویٰ و اخلاق و تربیت کے اصولوں اور انسانی سماج کے قوانین سے بے بہرہ رہ جاتا۔ یہ آسمانی کتابیں بارانِ رحمت کی طرح صفحہ دل پر نازل ہوئیں اور تقویٰ و اخلاق و معرفتِ خدا و علم و حکمت کے بذر کو انسانی سرشت میں کاشت کرنے کے بعد انہیں پرورش دے کر ثمرہ تک پہنچایا۔ آمَن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن بالله و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ۔ ترجمہ: اے پیغمبر، جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر نازل ہوا، سب پر ایمان لائے اور تمام مومنین (بھی) خدا و ملائکہ اور تمام آسمانی کتب اور ان کے لانے والوں پر ایمان لائے۔ (۱) اگرچہ صد افسوس کہ زمانہ گزرنے اور جاہلوں اور نا اہلوں کی دخالت کی وجہ سے بہت سی آسمانی کتا تحریف کا شکار ہو گئیں اور ان میں باطل افکار مخلوط ہو گئے، مگر قرآن مجید بعض دلائل کی وجہ سے جن کا ذکر بعد میں آئے گا، تحریف سے محفوظ رہا اور آفتاب کی طرح ہر زمانہ اور صدی میں نور افشانی کرنا رہا اور قلوب کو منور کرتا رہا۔ قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ خداوند عالم کی طرف سے نور اور کتاب مبین تمہارے پاس بھیجے گئے۔ پروردگار عالم اس کی برکت سے، ایسے لوگوں کو، جو خوشی سے اس کی پیروی کرتے ہیں، راہ سلامت (و سعادت) کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۲۸۵

۲۵ قرآن مجید، پیغمبر اسلام (ص) کا سب سے بڑا معجزہ۔

۳۳۔ سنتِ ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، پیغمبر اسلام (ص) کے مہمترین معجزوں میں ہے، صرف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ شیرینی بیان اور معانی کے بلیغ ہونے کے لحاظ سے بھی، ان کے علاوہ دوسرے مختلف جہات کے اعتبار سے بھی قرآن مجید اعجازِ حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی شرح و تفصیل عقاید و کلام کی کتابوں میں موجود ہے۔

اسی دلیل کے سبب ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی قرآن کی مانند حتیٰ اس کے ایک سورہ کی مثال نہیں لاسکتا۔ قرآن نے بارہا

شک و تردید کرنے والوں کو دعوت مقابلہ دی مگر کسی میں اس کی نظیر لانے کی جرات پیدا نہ ہوسکی:
 قل لئن اجتمعت الانس والجن ولی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله و لو کان بعضهم لبعض ظهیرا۔
 اے بنی کہہ دیجئیے کہ اگر انسان و جنات مل کر اس قرآن کا جواب لانا چاہیں تو بھی اس کا جواب نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے شریک بن جائیں۔(1)

و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین۔
 جو کچھ ہم نے اپنے بندہ (محمد) پر نازل کیا ہے اگر اس میں شک و تردید ہے تو (کم از کم) اس جیسا ایک سورہ لے آؤ اور
 الله کے سوا اس کام کے لیے اپنے گواہوں کو دعوت دو اگر تم سچے ہو۔(۲)
 اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ کہنہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اعجازی نکات
 اور زیادہ آشکار اور اس کی عظمت دنیا والوں پر روشن ہوتی جاتی ہے۔
 امام صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

ان الله تبارک و تعالیٰ لم یجعلہ لزمان دوزمان و لناس دون ناس فهو فی کل زمان جدید و عند کل قوم غض الی یوم القیامة۔
 خداوند متعال نے قرآن مجید کو ایک خاص زمانہ یا گروہ کے لیے قرار نہیں دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ہر زمانہ میں تازہ
 اور ہر گروہ کے نزدیک قیامت تک کے لیے با طراوت رہے گا۔ (3)

(1) سورہ اسراء آیہ ۸۸

(۲) سورہ بقرہ آیہ ۲۳

(۲) سورہ بقرہ آیہ ۲۳

۲۶۔ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے ۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آج دنیا کے مسلمانوں کے پاس جو قرآن مجید ہے ، وہ وہی ہے جو پیغمبر اسلام پر نازل ہوا تھا اور اس
 میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ ابتداء نزول وحی سے ہی اصحاب کا ایک بڑا گروہ ، قرآن مجید کی آیات کو نازل
 ہونے کے بعد لکھا کرتا تھا اور مسلمانوں کا یہ فریضہ تھا کہ شب و روز اس کی تلاوت کریں اور پنج گانہ نماز میں اس کی
 تکرار کریں ۔ایک عظیم گروہ قرآن مجید کے حافظ اور قاری کی حیثیت رکھتا تھا جس کو اسلامی معاشرہ میں ایک خاص
 مقام و منزلت حاصل رہی ہے ۔

یہ ساری باتیں اور ان کے علاوہ دوسری باتیں سبب بنیں کہ قرآن مجید چھوٹی سے چھوٹی تحریف و تغیر سے محفوظ رہا ۔
 اس کے علاوہ خداوند عالم نے قرآن مجید کی دنیا کے ختم ہونے تک حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ذمہ
 داری کے بعد قرآن مجید میں کسی بھی طرح کی تغیر و تحریف کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ (اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَا لَه
 لِحَافِظُونَ) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی قطعی طور پر اس کی حفاظت کریں گے۔ بزرگ اسلامی علماء و محققین
 شیعہ ہوں یا سنی سب اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کسی بھی طرح کی تحریف نہیں ہوئی ہے ، سوائے دونوں گروہ
 کے بعض افراد کے جو بعض روایات کی وجہ سے تحریف کے قائل ہیں حالانکہ دونوں گروہوں کے علماء ان کے نظریہ کو
 قاطعیت کے ساتھ رد کرتے ہیں اور تحریف کی روایات کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ یا انہیں تحریف معنوی (یعنی آیات قرآن کی
 غلط تفسیر کرنا) یا تفسیر قرآن کو متن قرآن سے خلط کر دینا، جانتے ہیں، اس بات پر دقت ہونا چاہئے۔

ایسے کو تاہ فکر حضرات جن کا تحریف قرآن پر عقیدہ ہے حالانکہ شیعہ اور سنیوں کے بزرگ علماء صریحاً تحریف
 قرآن کی مخالفت کرتے ہیں ، شیعہ و غیر، گروہ کی طرف اس کی نسبت دیتے ہیں اور ناگاہانہ طور پر قرآن مجید کی حیثیت
 کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اپنے ان تعصب بھرے عمل سے ، اس مقدس آسمانی کتاب کے اعتبار کو زیر سوال لارہے ہیں
 اور اس کے تقدس کو مخدوش کرنے کا موقع دشمن کو فراہم کر رہے ہیں

جمع آورنی قرآن کے تاریخ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلام کے زمانے ہی میں جمع آوری قرآن کے تاریخی
 عصر پیغمبر میں قرآن کے جمع ہو جانے ، اس کے لئے غیر معمولی اہتمام و انتظام ، مسلمانوں کا کتابت ، حفظ و حفاظت
 کرنا خصوصاً گروہ کاتبان وحی کا روز اول سے وجود میں آنا ، اس حقیقت کو آشکار کر دیتا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف

ہونا غیر ممکن امر رہا ہے۔

اور اس قرآن کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کا وجود نہیں ہے اس بات کی دلیل بالکل واضح ہے اور اس کی تحقیق کے راستے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں اس لئے کہ آج قرآن تمام گھروں ، مسجدوں ، کتب خانوں میں موجود ہے حتیٰ کہ وہ خطی نسخے بھی سینکڑوں سال پہلے لکھے گئے ہیں اور میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں سب اس بات کی علامت ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو تمام اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے اور اگر گزشتہ وقتوں میں اس بات کی تحقیق کے وسائل فراہم نہ ہتھے تو آج یہ امکان فراہم ہے اور سب کے لئے تحقیق کے راستے کھلے ہیں مختصر جستجو اور تحقیق سے ان باتوں کے بے بنیاد ہونے کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ فِیْشْر عِبَادِی الذِّیْنَ یَسْتَمْعُوْنَ الْقَوْلَ فِیْئْتَبِعُوْنَ احْسَنَ ۔ میرے بندوں کو بشارت دیدو کہ جب وہ باتوں کو سنتے ہیں تو ان میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں آج کے دور میں ہمارے مدرسوں میں علوم قرآنی بطور وسیع تدریس کئے جاتے ہیں مہم ترین بحث جو ان مدرسوں میں ہو تی ہے وہ قرآن مجید میں تحریف و تغیر کا نہیں پایا جانا ہے۔ (1)

(1) ہم نے اپنی کتابوں تفسیر و اصول فقہ کے علاوہ تحریف قرآن سے متعلق مفصل بحثیں کی ہیں (کتاب انوار الاصول اور تفسیر نمونہ کی طرف رجوع کریں)

۲۷۔ قرآن اور انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات ہیں ان کے اصول و کلیات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں نظام حکومت اور مسائل سیاسی دوسرے کے ساتھ معاشرتی روابط ، اصول معاشرت ، جنگ و صلح عدالتی و اقتصادی مسائل وغیرہ ان کے اصول و کلیات بیان ہوئے ہیں جن پر عمل سے ہماری زندگی کے مسائل حل اور بہتر ہو سکتے ہیں

ترجمہ آیت : ہم نے اس کتاب کو تم پر نازل کیا جو تمام چیزوں کے بارے میں بیان کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ اپنی حکومت کی زمام خود سنبھالیں اور بلند پایہ اسلامی اقدار کو اس کی مدد سے زندہ کریں اور اسلامی سماج کی اس طرح سے تربیت ہو کہ تمام لوگ عدل و انصاف کی راہ پر گام زن ہو جائیں اور دوست و دشمن سب کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا نظام قائم ہو جائے ۔
یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ و لو علی انفسکم اووالدین و الاقربین ۔
اے ایمان لانے والوں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے قیام کرو اور خدا کے لئے شہادت دو اگر چہ وہ تمہارے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے لئے نقصان کا باعث ہو۔
ولا یجرمنکم شنن ان قوم علی ان الا تعدلوا اعدلو ا ہوا اقرب للتعوی ۔
ہر گز ایسا نہ ہو کہ کسی گروہ سے دشمنی تمہیں گناہ دے انصافی تک لے جائے عدل و انصاف کرو کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے زیادہ نزدیک ہے ۔
اس دلیل کی وجہ سے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہرگز اسلام حکومت و سیاست سے جدا نہیں ہے ۔

۲۸۔ تلاوت تدبر و تفکر اور عمل

ہمارا عقیدہ ہے کہ تلاوت قرآن افضل ترین عبادتوں میں سے ہے کم عبادتیں ہیں کہ جو اس کے پائیدہ منزلت تک پہنچ سکتی ہیں اس لئے کہ یہ تلاوت فکر کو الہام بخشنے والا ، قرآن میں تدبر اور تفکر کرنے اور نیک و صالح اعمال کا سرچشمہ ہے ۔

قرآن پیغمبر اسلام کو خطاب کر کے فرماتا ہے :

قم اللیل الا قلیلاً ، نصفہ او انقص منه قلیلاً او زد علیہ و رتل القرآن ترتیلاً ۔

شب مینک عبادتیں کریں آدھی رات (بیدار ہوں) یا اس سے پہلے کی بیداری کو کم کریں یا بڑھائیں اور تلاوت قرآن مجید کو دقت اور فکر کے ساتھ تلاوت کریں قرآن تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے : جہاں تک ممکن ہو سکے قرآن کی

تلاوت کیا کرو قرآن کی تلاوت تا حد امکان کرو ۔

ہاں لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا قرآن کی تلاوت اس میں اور اس کے معنی میں تفکر و تدبیر کا سبب ہونا چاہئے اور یہ تفکر و تدبیر اس پر عمل کرنے کے لئے مقدم ہونا چاہئے افلا يتدبرون القرآن ام على قلوبهم أفعالها۔ کیا وہ قرآن میں تفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔

و لقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مذكر - ہم نے قرآن مجید کو یاد آوری کے لئے آسان کر دیا ہے آیا کوئی ہے جو اس پر عمل کرے۔ (۱)

ہذا کتاب انزلناه مبارک فاتبعوه یہ پر برکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ نازل کیا ہے لہذا اس کی پیروی کریں لہذا وہ لوگ جو قرآن کی تلاوت اور حفظ پر قناعت کرتے ہیں اور اس کی آیات میں غورو فکر نہیں اور اس کے معنا پر عمل نہیں کرتے ، اگر چہ انہوں نے تین میں سے ایک رکن پر عمل کیا ہے لیکن دو زیادہ اہم رکن سے محروم رہے ہیں اور عظیم خسارہ اٹھایا ہے ۔

(۱) بدیہی اور واضح ہے اگر تفسیر بہ رای کرنے والا شخص صحیح و سالم ایمان کا مالک ہو تا تو کلام خدا کو اسی معانی و مفہیم کے ساتھ قبول کرلیتا اور اسے اپنے میل اور ہوا و ہوس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کرتا ۔

۲۹۔ انحرافی بحثیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں غورو فکر و تدبیر اور ان پر عمل سے لوگوں کو منحرف ہمیشہ نا محسوس سازشوں کا جال بچھایا گیا ہے ، حکام بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں کلام الہی کے حادث یا قدیم ہو نے کی بحث کو ہوا دی گئی اور مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا یا گیا اس بحث کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی خون بہا ، آج سب پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ بحث اصلاً اپنے صحیح مفہوم کے الحاظ سے کسی نزاع کا باعث نہیں بنتی اس لئے کہ اگر کلام الہی سے مراد حروف و نقوش و کتابت و کاغذ کو لیا جائے تو واضح ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور اس سے مراد اسکے وہ معانی ہوں مینہیں تو بے شک علم خدا اسکی ذات کی طرح قدیم اور ازلی ہے مگر ظالم حاکموں اور خلفاء نے مسلمانوں کو سالہا اس میں مشغول رکھا اور آج بھی کچھ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ دشمن اور دوست نما دشمن نہ پروپیگنڈے کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے قرآن مجید غورو فکر اور اس پر عمل سے روکا جائے ۔

۳۰۔ تفسیر قرآن کے اصول و ضوابط

ہمارا عقیدہ ہے کہ الفاظ قرآن کریم کو اس کے عرفی معانی پر حمل کرنا چاہئے مگر یہ کہ آیت کے ظاہر و باطن میں قرینہ عقلی یا نقلی پایا جاتا ہو کسی دوسرے معنا پر دلالت رکھتا ہو (البتہ مشکوک قرائن پر اعتماد سے پرہیز کرنا چاہئے) اور آیات قرآنی کی اندازہ اور گمان کے تفسیر نہیں کرنی چاہئے ۔

مثلاً اگر قرآن مجید مینارشاد ہوا ہے (و من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی) جو اس دنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا اور گمراہ ہو گا ۔ اس بات کا یقین ہے کہ یہاں لفظ اعمی سے مراد ظاہر نابینائی نہیں ہے جو اس کے لغوی معنا ہیں اس لئے کہ بہت سے نیک اور پاک لوگ ایسے بھی ہیں جو ظاہراً نابینا ہیں تو یہاں پر اس سے مراد باطن کی نابینائی اور گمراہی ہے ۔

یہاں پر قرینہ عقلی کا وجود اس تفسیر کی طرف راہنمائی کرتا ہے اسی طرح سے قرآن مجید میں اسلام دشمن گروہ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے :

صمّ بکمّ عمی فہم لا یعقلون وہ لوگ گونگے بہرے اور اندھے ہیں اسی وجہ سے کچھ نہیں سمجھتے ۔

آشکار اور واضح ہے کہ ظاہری اعتبار سے وہ لوگ گونگے ، بہرے اور اندھے نہیں تھے بلکہ یہ ان کے باطنی اوصاف تھے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر ہم نے قرینہ حالیہ کی بنیاد پر کی ہے ۔

قرآن مجید خدا وند عالم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے بل یداہ مبسوطان اللہ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں یا دوسرے مقام پر

ارشاد ہوا ہے : و اصنع الفلك باعيننا (اے نوح) ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ ۔
 ہرگز ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خداوند عالم آنکھ ، کان ، اور ہاتھ جیسے اعضاء جسم رکھتا ہے ، اس لئے کہ جسم اجزاء سے تشکیل پاتا ہے اور سے زمان و مکان جہت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا انجام فنا ہو جانا اور مٹ جانا ہے اور خداوند متعال ان صفات جسمانی اور مادہ سے منزہ و مبرا ہے ۔ لہذا یداہ (ہاتھوں) سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے جس نے تمام عالمین کو اپنے قبضہ قدرت میں لے رکھا ہے اور عین (آنکھوں) سے مراد تمام اشیاء اور مخلوقات کے بارے میں علم و آگاہی رکھنا ہے ،
 ان اسباب کی بناء پر ہم ہرگز مندرج بالا تعبیرات کے سلسلہ میں (چاہے وہ صفات خدا کے باب میں ہوں یا اس کے علاوہ ہم جمود و رکود اختیار نہیں کرتے اور قرائن عقلی اور نقلی کو نظر انداز نہیں کرتے اس لئے کہ دنیا کے تمام سخن پرور اور سخنوران قرائن پر تکیہ کرتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی اس طریقہ اور روش کی تائید کی ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہم نے تمام انبیاء کو ان کے قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث کیا ہے

۳۱۔ تفسیر بہ رای کے خطرات
 ہمارا عقیدہ ہے کہ تفسیر بہ رای قرآن کے وجود کے لئے سب سے خطرناک چیز ہے جسے اسلامی روایات میں گناہ کبیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور تفسیر بہ رای کرنے والا بارگاہ قرب خداوندی سے مردود ہو جاتا ہے ۔ حدیث میں آیا ہے کہ خداوند نے ارشاد فرمایا کہ ما امن بی من فسر براہ کلامی ۔ جس نے میرے سخن کی اپنے میل اور من سے اپنے ہوا نفس کے مطابق تفسیر کی وہ ایسا ہے کہ گویا مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔
 بہت سی معروف مشہور کتابوں میں (جیسے صحیح ترمذی و سنن نسائی و سنن ابی داؤد) (یہ حدیث پیغمبر اسلام سے نقل ہوئی ہے آپ نے فرمایا : من قال فی القرآن براہ او بما لا یعلم فلیتوب مقعده فی النار ۔ جس نے قرآن مجید کی تفسیر اپنے ہوا و ہوس اور میل کے مطابق کی یا نہ جاننے کے باوجود اس بارے میں اپنی رای کا اظہار کیا ، اس کا مقام اور ٹھکانا جہنم ہے۔

تفسیر بہ رای سے مراد یہ ہے کہ انسان قرآن مجید کو اپنی تمایلات اور شخصی عقیدہ یا گروہی عقیدہ کے مطابق معنا و تفسیر کرے یا ان پر تطبیق کرے حالانکہ اس پر کوئی قرینہ یا شاہد موجود نہ ہو ایسا کرنے والا وقعت میں قرآن کے حضور میں تابع اور اس کا مطیع نہیں ہے بلکہ وہ قرآن کو اپنا تابع بنانا چاہتا ہے اور اگر وہ قرآن مجید پر کاملاً ایمان رکھتا تو ہر گز ایسا نہیں کرتا ۔ اگر تفسیر بہ رای قرآن کے بارے میں ہوتی رہی تو بلاشبہ پوری طرح سے اس کا اعتبار ختم ہو جائے گا اور جب ہر شخص اپنی میلان کے مطابق اس کے معنا اور تفسیر کرنے لگے گا تو ہر باطل عقیدہ قرآن کے اوپر تطبیق دیا جائے لگے گا ۔

لہذا تفسیر بہ رای یعنی قوانین و مقررات علم لغت اور ادبیات عرب ، فہم اہل زبان کے خلاف قرآن مجید کی تفسیر اور اسے اپنے باطل گمان اور خیالات و رای اور تمایلات شخصی و گروہی کے مطابق تطبیق دینا ، قرآن مجید میں معنوی تحریف کا سبب ہو جائے گا ۔ تفسیر بہ رای کی کئی شاخیں ہیں ان میں سے ایک آیات قرآن کے ساتھ جدا جدا بنا تراوی کرنا ہے ، اس معنا میں کہ انسان مثلاً شفاعت و توحید و امامت وغیرہ کی بحث میں صرف ان آیات کا انتخاب کرے جو اس کے نظریہ کے موافق ہوں اور ان آیات کو جو اس کے مزاق سے موافقت نہ رکھتی ہوں اور دوسری آیات کی تفسیر کر سکتی ہوں انہیں نظر انداز کرے یا ان کی بحث سے سرسری اور بے توجہی سے گزر جائے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ : جس طرح سے الفاظ قرآن کریم کے بارے میں جمود اختیار کرنا اور معتبر و عقلی و نقلی قرینوں پر توجہ نہ کرنا ایک طرح سے انحراف ہے تفسیر بہ رای بھی اسی طرح کا انحراف شمار کی جائے گی جبکہ دونوں ہی قرآن کی اعلیٰ و مقدس تعلیمات سے دوری کا سبب بنتا ہے یہ نکتہ غور طلب ہے ۔

۳۲۔ سنت کا منبع اللہ کی کتاب ہے
 ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ (کفانا کتاب اللہ) ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے اور احادیث اور سنت نبوی کہ جو تفسیر و تبیین و حقائق قرآن فہم ناسخ و منسوخ ، خاص و عام قرآن کے بارے میں یا تعلیمات اسلامی سے مربوط ہیں جو اصول و فروع دین سے متعلق ہیں۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ قرآن مجید کی آیات سنت پیغمبر اور ان کے کلمات و افعال مسلمانوں کے لئے اصلی منبع قرار دئے گئے ہیں ۔ وما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہاکم عنہ

فانتہوا جو کچھ رسول خدا تمہارے لئے لائے (اور تمہیں اس کا حکم دیا اسے لے لو) اور اس پر عمل کرو (اور جس چیز سے منع کیا ہے اسے چھوڑ دو)۔

وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم و من يعص الله ورسوله فقد ضلّ لا مبيناً۔

کسی بھی مومن مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے جب اللہ یا نبی کسی اور کو لازم کہیں اس کے سامنے اختیار رکھتا ہو (اللہ کے حکم کے سامنے) اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہی میں گرفتار ہو چکا ہے۔

جوہ لوگ سنت نبوی کی پرواہ نہیں کرتے اصل میں وہ قرآن مجید کو نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ واضح اور بدیہی ہے کہ سنت پیغمبر کو معتبر طرق سے ثابت ہونا چاہئے اور ہر حدیث کو کوئی بھی آنحضرت کی طرف نسبت دیدے قبول نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنی ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: و لقد کتاب علی رسول الله حتى قاما خطيباً فقال: من كذب علي متعمداً فليتبوء مقعده من النار نبی اسلام کے زمانے میں آپ کی طرف جھٹی نسبتیں دی گئی یہاں تک کہ آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: جو بھی جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی نسبت دے گا اسے اپنے مقام جہنم کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ اسی معنی کی ایک حدیث صحیح بخاری میں بھی نقل ہوئی ہے۔

۳۳۔ سنت ایمہ اہل بیت علیہم السلام

ہمارا عقیدہ ہے کہ احادیث ایمہ علیہم السلام بھی حکم پیغمبر کی طرح واجب الاطاعت ہیں اس لئے کہ اولاً: معروف و مشہور و متواتر حدیث جو اکثر شیعہ و سنی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں ان میں اس معنا کی تصریح ہوئی ہے، صحیح ترمذی میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا:

يا ايها الناس اني قد تركت فيكم ما ان اخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترى اهل بيتي۔ اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر ان سے متمسک رہے تو ہر گز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسرے میرے اہل بیت۔ (1) ثانیاً۔ ائمہ اہل بیت اپنی تمام حدیثوں کو نبی اکرم سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ ہمارے باپ دادا سے ہم تک پہونچی ہے۔

یقیناً نبی اسلام مسلمانوں کی آئندہ کی مشکلوں کو سیکھ رہے تھے لہذا آپ نے مشکلوں کے لئے حل بتا دیا دنیا کے ختم ہونے تک آنے والی مشکلات کا حل قرآن و اہل بیت کے دامن سے تمسک اختیار کرنے میں ہے۔

کیا ممکن بنے کہ ہم اس حدیث کو جو اس قدر اہمیت کی حامل ہے ہاوار اتنے قوی محتوی اور سند کی مالک ہ ے اسے نظر انداز کیا جائے اور سرسری طور پر اسے پڑھ کر گزر جائیں۔ اسی دلیل کی بنیاد پر ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر اس مسئلہ کے بارے میں توجہ دی گئی ہوتی تو آج مسلمانوں کی بعض مشکلیں جو عقاید و فقہی مسائل سے متعلق ہیں نہ ہوتی۔

(1) صحیح ترمذی جلد ۵، ص ۶۶۲، باب مناقب اہل بیت النبی حدیث ۳۷۸۱ اس حدیث کی متعدد سندوں کا ذکر امامت کی بحث میں آنے گا۔

ہمارے عقیدے

چوتھا حصہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی

۳۴۔ قیامت کے بغیر زندگی بے معنا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد ایک معین دن میں سارے انسان زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ نیک اور صالح عمل والے جنت الفردوس اور برے اور گناہ گار افراد دوزخ بھیجے جائیں گے۔
اللہ لا الہ الاہو لیجمعنکم الی یوم القیامۃ لا ریب فیہ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، بے شک قیامت کے دن، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، وہ تم سب کو جمع کرے گا۔

(سورہ نساء آیہ ۸۷)

فاما من طغی و اثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماوی، و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الہوی، فان الجنة ہی الماوی۔
ترجمہ: لیکن جن لوگوں نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم رکھا، بے شک ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو لوگ مقام عدالت پروردگار سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفس کو ہوی و ہوس سے بچاتے ہیں، یقیناً جنت ان کا مقام ہیں۔

(سورہ نازعات آیہ ۳۷ سے ۴۱)

ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ایک پل کی طرح ہے جس پر سے تمام انسانوں کو گزرنا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی دنیا کی طرف جانا ہے یا دوسرے لفظوں میں، دنیا ایک ایسی گزرگاہ، یونیورسٹی، بازار، تجارت یا کھیتی ہے، جس کو ذریعہ بنا کر انسان اپنے اصلی ہدف تک پہنچتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان الدنیا دار صدق لمن صدقہا ... و دار غناء لمن تزور منها، و دار موعظۃ لمن اتعظ بہا، مسجد احباء اللہ و مصلی ملائکۃ اللہ و مہبط وحی اللہ و متجر اولیاء اللہ۔

ترجمہ: نے شک دنیا صدق و صداقت کا گھر ہے اس کے لیے جو اس کے ساتھ سچا ہو، بے نیازی کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے زاد راہ ذخیرہ کرے، آگاہی و بے داری کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے، دنیا محبان خدا کے لیے سجدہ کرنے، نماز پڑھنے اور وحی نازل ہونے کی جگہ اور دوستان خدا کے لیے تجارت گاہ ہے۔

(نہج البلاغہ، کلمات قصار نمبر ۱۳۱)

۳۵۔ قیامت کے دلائل واضح اور روشن ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کی دلیلیں اور نشانیاں نہایت واضح ہیں۔ اس لیے کہ ایک تو اس دنیاوی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلقت کا اصلی اور بنیادی مقصد نہیں ہو سکتی، کہ جس میں انسان چند روز کے لیے آنے اور ڈھیروں مشکلات کے ساتھ زندگی گزارے اور آخر میں سب کچھ ختم ہو جائے اور دنیا فنا ہو جائے۔ افسوس کہ انما خلقناکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں بیکار پیدا کیا گیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے۔

(سورہ مومنون آیہ ۱۱۵)

آیہ کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ اگر قیامت کا وجود نہ ہوتا تو یہ دنیا بیہودہ و بیکار ہوتی۔ دوسرے یہ کہ: عدل الہی کا تقاضا ہے کہ اچھے اور برے افراد جو اس دنیا میں ایک یہ صف میں ہیں بلکہ برے لوگ آگے ہیں، ایک دوسرے سے جدا ہوں اور سب کو ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا و سزا ملے۔ ام حسب الذین اجتروا السینات ان نجعلہم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات سواء محیاهم و مماتہم ساء ما یحکمون۔

ترجمہ: یعنی جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح قرار دیں گے جو ایمان لائیں ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں؟ اور ان کی زندگی اور موت ایک جیسی ہوگی؟ وہ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

(سورہ جائیہ ۲۱)

۳۔ خدا کی بے پناہ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے فیض اور نعمت کا سلسلہ انسان کی موت سے ختم نہ ہو، بلکہ با صلاحیت اور اہل افراد کے تکامل کا سلسلہ آگے بڑھتا رہے۔ (کتب علی نفسہ الرحمۃ لیجمعنکم الی یوم القیامۃ لا ریب فیہ)
یعنی خدا نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کیا ہے وہ تم سب کو ضرور بالضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

(سورہ انعام آیہ ۱۲)

جو لوگ قیامت کے سلسلہ میں شک و تردید کے شکار تھے ، قرآن ان سے کہتا ہے : یہ کیسے ممکن ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں تم خدا کی قدرت میں شک کرو، حالانکہ تمہیں پہلی مرتبہ بھی اس نے ہی پیدا کیا ہے۔ جس نے تمہیں پہلی بار مٹی سے پیدا کیا ہے وہی تمہیں ایک بار پھر دوسری زندگی کی طرف پلٹانے گا۔ (افعیینا بالخلق الاول بل ہم فی لبس من خلق جدید) یعنی کیا پہلی خلقت سے تھک گئے (جو قیامت کی خلقت پر قادر نہ ہوں؟ لیکن وہ (ان) واضح دلائل کے باوجود نئی خلقت کے متعلق شک کرتے ہیں۔

(سورہ ق آیہ ۱۵)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: (وضرب لنا مثلا و نسی خلقه قال من یحیی العظام و هی رمیم) (قل یحیی الذی انشاء ہا اول مرة و هو بکل خلق علیم)

یعنی اس نے ہمارے لیے ایک مثال پیش کی ، لیکن اپنی خلقت کو بھلا بیٹھا اور کہا کون ان پوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا؟ کہو کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کے بارے میں علم رکھتا ہے۔ (سورہ یاسین آیہ ۷۸، ۷۹)

علاوہ از این کیا زمین و آسمان کی خلقت کے مقابلہ میں انسان کی خلقت کوئی بڑی بات ہے؟ جو ہستی یہ قدرت رکھتی ہے کہ اس قدر وسیع اور حیرت انگیز کائنات کو پیدا کرے وہ یہ طاقت بھی رکھتی ہے کہ موت کے بعد مردوں کو زندہ کر دے۔ (اولم یرو ان اللہ الذی خلق السماوات والارض و لم یعیبا بخلقہن بقادر علی ان یحیی الموتی بلی انہ علی کل شی قدیر) یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور جو ان کی خلقت سے عاجز نہیں ہوا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورہ احقاف ۳۳)

۳۶۔ معاد جسمانی

ہمارا عقیدہ ہے کہ نہ صرف انسان کی روح بلکہ جسم اور روح دونوں ہی دوسری دنیا میں جائیں گے اور ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ انجام پایا تھا وہ اسی روح اور جسم کے ذریعہ انجام پایا تھا، لہذا سزا اور جزا بھی دونوں کو ملنی چاہیے۔

قرآن مجید میں قیامت سے متعلق اکثر آیات میں ---معاد جسمانی کی بات کی گئی ہے اور مخالفین کے تعجب کا کہ پوسیدہ ہڈیاں کیسے نئی زندگی حاصل کریں گے، قرآن نے یہ جواب دیا ہے: (قل یحیی الذی انشاء ہا اول مرة) یعنی جس نے انسان کو پہلی بار خاک سے پیدا کیا ہے وہ اس طرح کے کام پر قادر ہے۔

(سورہ یاسین آیہ ۷۹)

(ا یحسب الانسان ان لن نجمع عظامه) (بل قادرین علی ان نسوی بنانہ) یعنی کیا انسان یہ گمان کر تا ہے کہ ہم اس کی (پوسیدہ) ہڈیوں کو جمع (اور زندہ) نہیں کر پائیں گے؟ ہاں ہم قدرت رکھتے ہیں۔ اس کی (انگلیوں کے) پوروں کو بھی درست کر دیں۔ (اور پہلی حالت میں پلٹا دیں۔)

(سورہ قیامت آیہ ۳، ۴)

یہ آیات اور اس طرح کی دوسری آیات معاد جسمانی کو صریحا بیان کرتی ہیں۔ وہ آیات جو یہ کہتی ہیں کہ تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھایا جائے گا، وہ بھی واضح طور پر جسمانی معاد پر دلالت کر رہی ہیں۔

(سورہ یونس ۵۱ و ۵۲ آیت، سورہ قمر آیہ ۶۷، سورہ معارج آیہ ۴۲)

قرآن میں قیامت سے متعلق اکثر آیات روحانی معاد اور جسمانی معاد دونوں کو بیان کرتی ہیں۔

۳۷۔ موت اور بعد کی عجیب دنیا

ہمارے عقیدہ ہے کہ موت کے بعد قیامت اور پھر بہشت و دوزخ کے سلسلہ میں جو کچھ رونما ہوگا اس کی عظمت کا ہم اس محدود دنیا میں اندازہ نہیں لگا سکتے ارشاد ربانی ہے :- (فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرۃ اعین) یعنی کہ کوئی نہیں جانتا --، ان (نیک لوگوں) کے لئے کیسی نعمتیں رکھی گئی ہیں جو انکی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کی بانٹ ہیں۔ (سورہ سجدہ آیت ۲۱)

۷۱) نبی اکرم کی اک بہت ہی مشہور حدیث میں منقول ہے (اللہ ے قول اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا عذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر) یعنی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں ے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہے کہ جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں انکا خیال تک نہیں آیا ہے۔ (معروف محدثین مثلاً بخاری اور مسلم اور مشہور مفسرین مثلاً طبرسی، آلوسی اور قرطبی نے ے حدیث اپنی کتابوں میں نقل کی ہے۔)

حقیقت میں ہم اس دنیا میں اس جنین کی مانند بینجو شکم مادر کی محدود دنیا میں رہ رہا ہو۔ اگر فرضاً جنین عقل اور حوش بھی رکھتا تو وہ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتا جو رحم مادر کے باہر کی دنیا میں موجود ہے مثلاً درخشان سورج اور چاند، باد سحری کے چلنے پھولوں کے منظر اور سمندر کی لہروں کی آواز کو ہر گز درک نہیں کرتا۔ قیامت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہی ہے جیسی دنیا کے مقابلہ میں جنین کی۔ (اس نکتہ پر غور فرمائے)

۳۸۔ قیامت اور نامنہ اعمال

ہمارے عقیدہ ے ہے کہ: وہ اعمال نامے جو ہمارے اعمال کی نشاندہی کر رہے ہوں گے۔ اس دن ہمارے ہاتھ میں دئے جا ئیں گے۔ نیک لوگوں کا نامنہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں جب کہ برے لوگوں کا نامنہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جا ئے گا۔ نیک اور مومن لوگ اپنا نامنہ اعمال دیکھ کر خوش ہونگے جبکہ برے لوگ اپنا نامنہ اعمال دیکھ کر بہت غمگین اور پریشان ہونگے قرآن نے بھی ے بیان فرمایا ہے: (فاما من اوتی کتابہ بيمينہ فيقول ها امل اقرؤا کتابیہ) (انی ظننت انی ملائ حسابیہ) (فہو فی عیشتراضیۃ)۔۔۔۔۔ (و اما من اوتی کتابہ بشمالہ فيقول یا لیتنی لم اوت کتابیہ) (یعنی وہ شخص جس کا نامنہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جا ے گا (وہ خوشی سے) پکارے گا کہ) (اے اہل محشر) میرا نامنہ اعمال پکڑ کر پڑھو مجھے ے قین تھا کہا میں اپنے اعمال کا نتیجہ پاؤنگاہو ایک پسندیدہ زندگی گزارے گا لیکن جس شخص کا نامنہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہ اے کاش میرا نامنہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا۔ (سورنہ الحاقہ، آیت ۱۹ تا ۲۳) البتہ ے بات واضح نہیں ہے کہ نامنہ اعمال کیا ہے اور کس طرح لکھا جاتا ہے، مگر اس کے اندر لکھی ہوئی باتوں کو کوئی شخص نہیں جھٹلا سکے گا چنانچہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ معاد اور قیامت کی کچھ ایسی خصوصیات اور جزئیات بینجن کا ادراک دنیا کے لوگوں کے لئے مشکل یا ناممکن ہے۔ البتہ قیامت کے بارے میں جو موٹی موٹی باتیں سب کو معلوم ہے اور ے ناقابل انکار ہیں۔

۳۹۔ قیامت کے گواہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: قیامت کے دن علاوہ اس کے کہ اللہ خود ہمارے اعمال پر شاہد اور گواہ ہے، کچھ دوسرے گواہ بھی ہمارے اعمال پر گواہی دیں گے ہمارے ہاتھ اور پاؤں ے ہاں تک کہ ہمارے بدن کی جلد اور وہ زمین جس پر ہم رہ رہے ہیں، اس کے علاوہ دوسری تمام چیزیں ہمارے اعمال کی گواہ اور شاہد ہیں۔ (الیوم نختم علی افواہم وتکلمنا بیدیہم وتشہد ارجلہم بماکانوا یسبون) (یعنی ہم آج قیامت کے دن) ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور انکے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔ (سورنہ ےس، آیت ۶۵)

(و قالو ا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الزی انطق کل شئی) یعنی وہ اپنے بدن کے چمڑے سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کے وں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے: جس خدا نے ہر چیز کو گویائی عطا کی ہے اس نے ہمیں گویائی عطا کی۔ (اور تمہارے اعمال سے پردہ ہٹانے کی ذمہ داری ہمیں سونپی ہے)۔ (سورنہ حم سجدہ، آیت ۲۱)

(ویومئذ تحدث اخبارها) (ہاں ربک اوحی لہا) (یعنی اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی کے و نکہ تیرے رب نے اس پر وحی کی ہے) (کہ ے ذمہ داری انجام دے)۔

(سورنہ زلزال، آیت ۴ اور ۵)

۴۰۔ پل صراط اور میزان اعمال

ہم قیامت کے دن پل صراط اور میزان کی موجودگی پر ایمان رکھتے ہیں۔

صراط وہی پل ہے جو جنم کے اوپر سے گزرتا ہے اور سب کو اس سے گزرنا ہوگا۔ ہاں جنت کا راستہ جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے۔

(وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا) (لم ننجی الزین اتقوا وتذر الظالمین فیہا جثیا) یعنی تم سب کے سب جہنم میں وارد ہونگے۔ یہ تمہارے پروردگار کا عینی اور حتمی امر ہے۔ اس کے بعد متقی لوگوں کو ہم اس سے نجات دیں گے اور ظالموں کو اسکے اندر زانو کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

(سورہ مریم، آیات ۷۱ اور ۷۲)

اس خطرناک اور مشکل راستہ سے گزرنا ہمارے اعمال سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث ہے: ”منہم من یمر مثل عدو الفرس، ومنہم من یمر حبوا، ومنہم من یمر مشیا، ومنہم من یمر متعلقا، وقد تاحز النار منہ شیئا وتترک شیئا۔۔۔“ یعنی کچھ لوگ بجلی کی طرح اس سے گزر جائیں گے، کچھ ذمہ داری گھوڑے کی سی تیزی کے ساتھ، بعض ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل، کچھ پیدل چلنے والوں کی طرح، اور بعض اس سے لٹک کر چلینگے کبھی جہنم کی آگ ان سے کچھ چیزیں لے لے گی اور کچھ چیزیں چھوڑ دے گی۔ (یہ حدیث معمولی سے فرق کے ساتھ فریقین کی کتابوں میں آئی ہے مثلاً کنز العمال حدیث ۳۹۰۳۶ اور قرطبی جلد ۶ صفحہ ۴۱۷۵) (سورہ مریم کی آیت ۷۱ کے ذیل میں)، نیز شیخ صدوق نے اپنی امالی میں حضرت امام جعفر صادق (ع) سے روایت کی ہے صحیح بخاری میں بھی ”الصرط جسر جہنم“ کے عنوان سے ایک باب موجود

ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۴۶)

”میزان“ جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے انسانوں کے اعمال جانچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہاں اس دن ہمارے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ہر عمل کے وزن اور قدر و قیمت کا علم ہو جائے گا۔

”وتضعالموازين القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اثینا بها وکفینا حاسبین) یعنی ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو نصب کریں گے پھر کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اگرچہ کسی کا عمل (اچھے اور برے اعمال) رائی کے دانہ کے برابر ہی کے وں نہ ہو، ہم اسے حاضر کریں گے۔ اور ہم حساب کرنے کے واسطہ بہت کافی ہیں۔ (سورہ انبیاء آیت ۴۷)

(فاما من ثقلت موازینہ) (فہوفی عیشہ راضیة) (واما من خفت موازینہ) (فامہ حاویة) یعنی البتہ وہ شخص جس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ ایک خوشحال زندگی گزارے گا اور جس کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (سورہ قارعہ، آیات ۹ تا ۱۶)

ہاں ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کی نجات اور کامیابی کا دار و مدار اس کے اعمال پر ہے نہ اس کی آرزوں اور تصورات پر۔ ایک کو اسکے اعمال کا صلہ ملے گا نیکی اور تقویٰ کے بغیر کوئی کامیاب نہیں ہوگا۔ (کل نفس بما کسبت رھینہ) یعنی ہر کوئی اپنے اعمال کے بدلے گرو ی ہے۔

(سورہ مدثر، آیت ۳۸)

پل صراط اور میزان کے بارے میں یہ ایک مختصر سی وضاحت تھی، اگرچہ ان کی تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آخرت کی دنیا اس دنیا سے بہت بڑی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں لہذا اس عالم کی تمام باتوں کا ادراک ہم مادی دنیا کے قیدی انسانوں کے لئے مشکل یا ناممکن ہے۔

۴۱۔ قیامت کے دن شفاعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن انبیاء، ائمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء اللہ خدا کے اذن سے بعض گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور خدا کی بخشش انہیں نصیب ہو جائے گی۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ اجازت فقط ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے اللہ اور اولیاء اللہ سے اپنا رابطہ قائم رکھا ہوگا۔ لہذا شفاعت مشروط ہے۔ یہ بھی ہماری نیتوں اور اعمال سے ایک طرح کا تعلق رکھتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے (ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ) یعنی وہ صرف اسی کی شفاعت کریں گے جسکی شفاعت پر خدا راضی ہوگا۔ (سورہ انبیاء آیت ۲۸)

جس طرح پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے ”شفاعت“ انسانوں کی تربیت کا ایک ذریعہ اور گناہوں میں غوطہ زن ہونے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے گویا یہ انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ ہو بھی گیا ہے تو یہیں سے لوٹ جاؤ اور اس سے زیادہ گناہ مت کرو۔

یقینی طور پر شفاعت عظمیٰ کا مقام پیغمبر اسلام ﷺ کو حاصل ہے۔ ان کی بعد باقی انبیاء اور ائمہ معصومین (ع) یہاں

تک کہ شہداء ، علماء صاحب معرفت اور کامل مومنین ، نیز قرآن اور نیک مومنین بھی بعض افراد کی شفاعت کریں گے۔ حضرت امام جعفر صادق (ع) سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے ”ما من احد من الاولین والآخرین الا وهو يحتاج الى شفاعة محمد ﷺ يوم القيامة“ یعنی اولین اور آخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کا محتاج نہ ہو۔ (بحار الانوار، جلد ۸ صفحہ ۴۲)

کنز العمال میں نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث عوں کہتی ہے کہ ”الشفعاء خمسة: القرآن والرحم والامانة ونبيكم و اهل بيت نبيكم“ یعنی روز قیامت شفاعت کرنے والے پانچ ہوں گے قرآن، صلہ رحم ، امانت ، تمہارے نبی ﷺ اور تمہارے نبی کے اہل بیت۔ (کنز العمال، حدیث ۲۹۰۴۱ جلد ۱۴ صفحہ ۲۹۰)

حضرت امام جعفر صادق (ع) سے مروی ایک اور حدیث کچھ عوں ہے : ”اذا كان يوم القيامة بعث الله العالم والعابد ، فاذا وقف بين يدي الله عز وجل قيل للعابد انطلق الى الجنة و قيل للعالم قف تشفع الناس بحسن تاديبك لهم“ یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عالم اور عابد کو اٹھائے گا جب دونوں خالق کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا ، کھڑے رہو اور لوگوں کی جو اچھی تربیت تم نے کی تھی اس کی بنا پر اسکی شفاعت کرو۔ (بحار الانوار، جلد ۸ صفحہ ۵۶ حدیث ۲۲)

یہ حدیث شفاعت کے فلسفہ کی طرف بھی لطیف اشارہ کر رہی ہے۔

۴۲۔ عالم برزخ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک تیسری دنیا بھی موجود ہے جس کا نام ”عالم برزخ“ ہے۔ موت کے بعد اور قیامت تک تمام انسانوں کی روحیں اس میں ٹھہریں گی۔

(ومن وراءهم برزخ الى يوم يبعثون“ یعنی اور انکے پیچھے (موت کے بعد) قیامت تک ایک برزخ ہے۔ (سورہ مومن، آیت ۱۰۰)

البتہ ہم عالم برزخ کی جزئیات سے بھی زیادہ آگاہی نہیں رکھتے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے ہم بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ نیک اور صالح لوگوں کی روحیں جو بلند درجات کی حامل ہے۔ (جیسے شہداء کی روحیں) عالم برزخ میں بہت سی نعمتوں سے بہرہ مند رہتی ہیں۔

(ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون) یعنی ایسا ہرگز مت سوچو کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے اللہ کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ (سورہ آل عمران ، آیت ۱۶۹)

نیز ظالموں ، متکبروں اور انکے حامیوں کی روحیں عالم برزخ میں عذاب پائیں گی۔ جس کہ قرآن نے فرعون اور آل فرعون کے بارے میں کہا ہے: (النار يعرضون عليها غدوا و عشويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) یعنی (برزخ میں) ان کا عذاب (جہنم کی)

آگ ہے۔ انہیں صبح وشام اس کے آگے کیا جائے گا۔ اور جب قیامت برپا ہوگی (تو ارشاد ہوگا) کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دو۔ (سورہ مومن ، آیت ۴۶)

لیکن تیسرا گروہ جن کے گناہ تھوڑے ہیں وہ نہ اس گروہ کے ساتھ ہیں اور نہ اس گروہ کے ساتھ وہ عذاب اور سزا سے بچے رہیں گے۔ گویا وہ عالم برزخ میں نیند جیسی حالت میں رہیں گے اور قیامت کے دن بیدار ہوں گے۔

(ويوم تقوم الساعة يقسم المجرمون ما لبثوا غير ساعة) (وقال الذين اوتوا العلم والايمان لقد لبثتم في كتاب الله الى يوم البعث فهذا يوم البعث ولكنكم كنتم لا تعلمون) یعنی اور جس دن قیامت آئے گی تو گنہگار قسم کھائیں گے کہ وہ عالم برزخ میں ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان دیا گیا ہے۔ (وہ مجرموں کو مخاطب کر کے کہیں گے) تم خدا کے حکم سے قیامت کے دن تک (برزخ کی دنیا میں) ٹھہرے ہوئے تھے۔ اب قیامت کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ (سورہ روم ، آیات ۵۵ اور ۵۶)

احادیث میں بھی ذکر ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرة النيران“ یعنی قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (دیکھئے صحیح ترمذی ، جلد ۴ ، کتاب صحیفة القيامة ، باب ۲۶ ، حدیث ۲۴۶۰ شیعہ مآخذ میں یہ حدیث کہیں امیر المومنین (ع) سے اور کہیں امام علی ابن الحسین (ع) سے روایت کی گئی ہے۔

۴۳۔ مادی اور معنوی صلے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: قیامت کے دن ملنے والا صلہ مادی پہلو بھی رکھتا ہے اور معنوی بھی، کیونکہ معاد، روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی بھی ہوگی۔

قرآن کریم اور احادیث میں بہشت کے باغات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے درختوں کے نیچے نہرے جاری ہوں گی۔ (جنات تجری من تحتہا الانهار) (سورہ توبہ، آیت ۸۹) اور یہ کہ جنت کے باغات کے پھل اور سائے ابدی ہوں گے (اکلھا دائم وظلھا) (سورہ رعد، آیت ۳۵) اور مومن لوگوں کے لئے بہشت میں بیویاں موجود ہوں گی (ازواج مطہرہ) (سورہ آل عمران آیت ۱۵) یاد رہے یہ اور اسی طرح جہنم کی جلانے والی آگ اور اسکی دردناک سزاؤں کا جو تذکرہ آیا ہے وہ سب عالم آخرت کی جسمانی سزا اور جزا سے مربوط ہے۔ لیکن ان سے بڑھکر معنوی نعمتیں، معرفت الہی کے انوار، پروردگار کا روحانی قرب اور اسکے جمال کے جلوے ہیں۔ یہ وہ لذتیں ہیں جو زبان اور بیان کے ذریعہ قابل وصف نہیں ہیں۔

قرآن کی بعض آیات میں جنت کی بعض مادی نعمتوں، سرسبز و شاداب باغات، اور پاکیزہ گھروں کے تذکرے کے بعد ارشاد ہوا ہے (ورضوان من اللہ اکبر) یعنی خدا کی خوشنودی اور رضا سب سے بڑھ کر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے: (ذالک ہو فوز العظیم) یعنی یہی تو عظیم کامیابی ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۷۲)

جی ہاں، اس سے بڑھ کر لذت بخش بات اور کونسی ہوگی کہ انسان یہ محسوس کرے کہ اس کے عظیم اور پیارے معبود نے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولے بخشا ہے اور اسے اپنی خوشنودی کے سائے میں جگہ دی ہے؟ امام علی ابن الحسین (ع) سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ ”عقل (اللہ) تبارک و تعالیٰ رضای عنکم و محبتی لکم خیر و اعظم مما انتم فیہ“ یعنی خداوند متعال ان سے کہے گا کہ تم سے میری خوشنودی اور تم سے میری محبت ان نعمتوں سے بہتر اور برتر ہیں جو تمہیں حاصل ہیں۔ وہ سب یہ بات سنیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے۔ (تفسیر عیاشی، سورہ توبہ کی آیت ۷۲ کے ذیل میں، بروایت المیزان جلد: ۹۱)

سچ مچ اس سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے کہ انسان سے یہ کہا جائے۔ (یا ایتھا النفس المطمئنۃ) (ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ) (فادخلی فی عبادی) (وادخلی جنتی) یعنی اے نفس مطمئنۃ اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے، پس میرے بندوں کی صف میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (سورہ فجر، آیات ۲۷ تا ۳۰)

ہمارے عقیدے

پانچواں باب مسئلہ امامت

۴۴۔ امام کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح سے خداوند عالم کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کو بھیجے، اسی طرح سے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ہر عصر اور زمانہ میں انبیاء کے بعد امام اور ہادی کو بھیجے، جو انبیاء کی شریعتوں اور اللہ کے دین کو تحریف و تغیر سے بچائیں، لوگوں کو عصری تقاضوں سے باخبر کریں اور خدا کے احکام اور شریعت پر عمل کی دعوت دیں۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہو تو انسان کی سعادت اور کامیابی، جو انبیاء کے آنے کا مقصد ہے، متحقق نہیں ہو سکے گا اور انسان راہ ہدایت سے دور، انبیاء کی تبلیغ ضایع اور لوگ سرگردان رہ جائیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی بھی عہد یا زمانہ امام کے وجود سے خالی نہیں رہا ہے: یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو، تقویٰ الہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہ آیہ کریمہ کسی خاص زمانہ تک کے لیے محدود نہیں ہے اور اس میں بغیر کسی قید و شرط کے صادقین کے ساتھ

ہونے کا بیان، اس بات کی دلیل ہے کہ ہر عصر میں امام معصوم موجود ہوتا ہے جس کی پیروی کی جانی چاہیے، جیسا کہ بہت سے شیعہ سنی مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۵۔ امامت کیا ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت فقط ظاہری حکومت کا عہدہ نہیں ہے بلکہ ایک نہایت بلند روحانی اور معنوی منصب ہے۔ امام، اسلامی حکومت کی قیادت کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کے معاملہ میں ہمہ گیر حکومت کا بھی ذمہ دار ہے۔ امام، لوگوں کی روحانی و فکری راہنمائی کرتا اور پیغمبر اسلام (ص) کی شریعت کو جملہ تحریفات اور تغیر اور تبدل سے محفوظ رکھتا ہے۔ امام، ان اہداف کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے جن کے لئے پیغمبر اسلام (ص) مبعوث ہوئے تھے۔ یہ وہی عظیم منصب ہے جو خدا نے ابراہیم (ع) خلیل اللہ کو نبوت اور رسالت کا راستہ طے کرنے اور متعدد امتحانات میں کامیابی کے بعد عطا کیا۔ انہوں نے بھی خدا کے حضور اپنی ذریت اور اولاد میں سے بعض کے لئے اس عظیم منصب کی درخواست کی اور انہیں یہ جواب ملا کہ ظالم اور گناہ گار لوگ ہر گز اس رتبے پر فائز نہیں ہو سکیں گے۔ (واذابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین) یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب خدا نے ابراہیم (ع) کو مختلف چیزوں سے آزمایا اور وہ خدا کی آزمائش سے سرخ رو ہو کر نکلا خدا نے فرمایا میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا ہے۔ ابراہیم (ع) نے عرض کی، میری نسل میں سے بھی امام بنائے۔ خدا نے فرمایا میرا یہ عہدہ (امامت) ہرگز ظالموں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ (اور تیری نسل سے فقط معصوم لوگوں کو حاصل ہوگا)۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴)

واضح رہے کہ اتنا عظیم منصب صرف ظاہری حکومت سے عبارت نہیں ہو سکتا۔ اگر امامت کا جلوہ وہ نہ ہو جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے تو مذکورہ بالا روایت کا کوئی واضح مفہوم نہیں رہے گا۔ ہمارے عقیدہ ہے کہ: تمام اولوالعزم انبیاء کو امامت کا مرتبہ حاصل تھا جو کچھ انہوں نے اپنی رسالت کے ذریعہ پیش کیا اس پر خود عمل کیا۔ وہ لوگوں کے معنوی، مادی، ظاہری اور باطنی قائد تھے۔ خاص کر پیغمبر اسلام (ص) کو اپنی نبوت کے آغاز سے ہی امامت اور رببری کے عظیم مرتبے پر فائز تھے۔ ان کا کام فقط خدا کے احکام کو آگے پہنچانا نہیں تھا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کے بعد امامت کا سلسلہ ان کی پاک ذریت کے درمیان جاری رہا ہے۔ امامت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس، قام تک رسائی دشوار شرائط کی حامل ہے۔ خواہ تقویٰ (پر گناہ سے معصوم ہونے کی حد تک) کے لحاظ سے ہو یا علم و دانش اور دین کے تمام معارف و احکامات کو جاننے نیز انسانوں کی شناخت اور ہر عصر میں ان کی ضروریات کو پہچاننے کے حوالے سے۔ (غور کیجئے)

۴۶۔ امام، گناہ اور غلطی سے محفوظ ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام کو ہر گناہ اور غلطی سے معصوم ہونا چاہئے، کیونکہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں بیان شدہ بات کے علاوہ غیر معصوم شخص پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اس سے دین کے اصول و فروع اخذ نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے ہمارے عقیدہ ہے کہ امام کی گفتگو اس کے افعال اور تقریر کی حجت اور شرعی دلیل ہے۔ (تقریر سے مراد یہ ہے کہ امام کے سامنے کوئی کام انجام دیا جائے اور وہ اپنی خاموشی کے ذریعہ اسکی تائید کرے)

۴۷۔ امام، شریعت کا محافظ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام ہر گز اپنے ساتھ کوئی زریعت یا دین لیبر نہیں آتا بلکہ اسکی ذمہ داری پیغمبر (ص) کے دین کی حفاظت اور آپکی شریعت کی نگہبانی ہے۔ اس کا کام دین کی تبلیغ، تعلیم، دین کی حفاظت اور لوگوں کو اس دین کی طرف بلانا ہے۔

۴۸۔ امام، لوگوں میں سب سے زیادہ اسلام سے آگاہ ہے

نیز ہمارے عقیدہ ہے کہ: امام کو اسلام کے تمام اصول و فروع، احکام و قوانین اور قرآن کے معانی و تفسیر سے مکمل طور پر

آگاہ ہونا چاہئے۔ ان چیزوں کے متعلق اس کے علم کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے اور یہ علم پیغمبر و کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔
جی ہاں! اس طرح کے علم پر ہی لوگوں کو مکمل اعتماد ہو سکتا ہے اور اسلام کی حقیقتوں کو سمجھنے کے لئے اس پر ہی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۴۹۔ امام کو منصوص ہونا چاہئے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام (جانشین پیغمبر (ص)) کو منصوص ہونا چاہئے، یعنی اسکی امامت پیغمبر (ص) کے صریح اور واضح پیغام کے مطابق ہونی چاہئے اور بعد والے امام کے لئے پہلے امام کی تصریح ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر امام بھی پیغمبر کی طرح خدا کی طرف سے (پیغمبر (ص) کے ذریعے) متعین ہوتا ہے۔ جس طرح ہم نے ابراہیم (ع) کی امامت سے متعلق آیت میں پڑھا: (اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا) یعنی میں نے تجھے لوگوں کا امام قرار دیا ہے۔
اس کے علاوہ (عصمت کی حد تک) تقویٰ اور بلند علمی مقام (جو تمام احکامات اور تعلیمات الہی پر ایسے احاطہ کی صورت میں ہو جس میں غلطی اور اشتباہ کی گنجائش نہ ہو) کی موجودگی کا علم صرف خدا اور رسول (ص) کے پاس ہی ہو سکتا ہے۔
بنابراین ہمارے عقیدہ کی رو سے معصوم اماموں کی امامت لوگوں کی رائے سے نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔

۵۰۔ اماموں کا تعین، رسول (ص) کے ذریعے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: پیغمبر اکرم (ص) نے اپنے بعد والے اماموں کو متعین فرمایا ہے۔ حدیث ثقلین (جو مشہور و معروف ہے) میں حضور (ص) نے اماموں کا اجمالی ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ”خم“ نامی جگہ پر پیغمبر اکرم (ص) نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا۔ اس کے بعد فرمایا: میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا۔ (اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلِیْنِ، اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ وَاٰخِرُھُمَا بَیْتِیْ، اَذْکُرْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَہْلِ بَیْتِیْ) ”یعنی میں تمہارے درمیان دو ران قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں نور اور ہدایت ہے اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے سلسلے میں خدا کو فرماؤش نہ کرنا۔“ (اَنْحَضْرَتْ (ص) نے یہ جملہ تین بار دہرایا)۔ (صحیح مسلم، جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳)۔

صحیح ترمذی میں بھی اس بات کا ذکر ہوا ہے اور صریحاً مذکور ہے کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ (صحیح ترمذی، جلد ۵ صفحہ ۶۶۲) یہ حدیث سنن دارمی، جلد ۲ صفحہ ۴۴۲۲، خصائص نسائی صفحہ ۲۰، مسند احمد، جلد ۵ صفحہ ۱۸۲ اور کتاب کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۵ حدیث ۹۴۵ اور دیگر مشہور و معروف اسلامی کتب میں مذکور ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں اس ہدیچ کا شمار ان متواتر احادیث میں ہوتا ہے جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ مختلف مواقع پر یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

والضح سی بات ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی ذریت کے سارے لوگ اس عظیم مرتبے کے حامل اور قرآن کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہ پیغمبر اکرم (ص) کی ذریت میں سے فقط معصوم اماموں کی طرف اشارہ ہے (یاد رہے کہ صرف کمزور اور مشکوک احادیث میں اہل بیت کی جگہ لفظ سنتی مذکور ہے)۔

اس سلسلے میں ہم ایک اور معروف حدیچ سے استدلال کریں گے (جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح ابوداؤد مسند حنبل اور دیگر کتب میں مذکور ہے) پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا ہے: (لَا یَزَالُ الذِّیْنَ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ یَعُوْمَ عَلَیْکُمَا ثَیْنِ عَشْرِ خَلِیْفَۃٍ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ) یعنی دین اسلام قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے یا بارہ خلیفہ تم پر حکومت کریں، یہ خلفاء سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (صحیح مسلم، جلد ۳ صفحہ ۱۴۵۳ میں یہ عبارت --- ”جابر ابن سمرہ“ نے نبی اکرم سے نقل کی ہے یہی عبارت مختصر سے فرق کے ساتھ مذکورہ بالا کتب میں مذکور ہے دیکھئے صحیح بخاری، جلد ۴ صفحہ ۱۰۱، صحیح ترمذی، جلد ۴ صفحہ ۵۰۱ اور صحیح ابی داؤد، جلد ۴ کتاب المہدی) ہمارا عقیدہ ہے کہ: ان روایات کی قابل قبول تفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو بارہ اماموں کے متعلق شیعہ امامیہ نے کی ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ کیا اس کے علاوہ کوئی معقول تفسیر ہو سکتی ہے؟

۵۱ پیغمبر اکرم کے ذریعہ، حضرت علی (ع) کا تعین

ہمارا عقیدہ ہے کہ: پیغمبر اسلام (ص) نے متعدد جگہوں پر حضرت علی (ع) کو بالخصوص اپنے جانشین کے طور پر (خدا کے حکم سے) معین فرمایا ہے چنانچہ ایک دفعہ حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت صحابہ کے ایک عظیم اجتماع میں غدیر خم (جحفہ کے نزدیک ایک جگہ) کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: (ایہا الناس الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلی، قال فمن کنت مولاه فعلی مولاه) یعنی اے لوگوں کیا میں تم پر تمہاری بہ نسبت زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں آپ (ص) نے فرمایا: بس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (ع) مولا ہے۔ (یہ حدیث متعدد اسناد کے ذریعہ نبی اکرم (ص) سے نقل ہوئی ہے حدیث کے راویوں کی تعداد ۱۱۰ اصحاب اور ۸۴ تابعین سے زیادہ ہے۔ ۳۶۰ سے زیادہ مشہور اسلامی کتابوں میں یہ حدیث منقول ہے جس کی تفصیل اس مختصر سی کتاب میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ دیکھئے پیام قرآن، جلد ۹ صفحہ ۱۸۱ اور مابعد۔)

یہاں چونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ان عقائد کی مزید دلائل بیان کریں اور بحث اور تمحیص کو طول دیں لہذا یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے ایک عام سی خوشنودی یا محبت کے اظہار کا عنوان دیا جا سکتا ہے جبکہ پیغمبر اسلام (ص) نے اتنے بڑے اہتمام اور تاکید کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔ کیا یہ وہی چیز نہیں ہے جس کا ابن کثیر نے اپنی تاریخ ”الکامل“ میں ذکر کیا ہے؟ کہ پیغمبر اسلام (ص) نے اپنی تبلیغ کے آغاز میں قرآنی آیت (اندر عشیرتک الاقربین) کے نزول کے بعد اپنے عزیزوں کو جمع کیا اور انکے سامنے اسلام پیش کرنے کے بعد فرمایا:

(ایکم یوازرنی علیٰ ہذا الامر علیٰ ان یکون اخی و وصیی و خلیفتی فیکم) یعنی تم میں سے کون اس کام میں میری مدد کرے گا تاکہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ و جانشین ہو؟ حضرت علی (ع) کے سوا کسی نے پیغمبر (ص) کی بات کا جواب نہیں دیا حضرت علی (ع) نے عرض کیا: (انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ) یعنی اے اللہ کے نبی میں اس کام میں آپ کا وزیر اور مددگار بنوں گا۔ پیغمبر اکرم نے انکی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: (انّ ہذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم) یعنی یہ تحقیق یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے۔ (کامل ابن اثیر، جلد ۲ صفحہ ۶۳، مطبوعہ بیروت / دارصادر، مسند احمد بن حنبل، جلد ۱ صفحہ ۱، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۰ و دیگر مؤلفین نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں یہی بات بیان کی ہے۔)

کیا وہ مسئلہ نہیں ہے جس کا اعلان پیغمبر اسلام (ص) اپنی عمر کے آخری حصہ میں ایک بار پھر کرنا چاہتے تھے اور اسکی تاکید کرنا چاہتے تھے؟ صحیح بخاری کے بقول آنحضرت (ص) نے حکم دیا: (ایتونی اکتب کتابا لن تضلوا بعدہ ابدًا) یعنی کوئی چیز (کاغذ و قلم) لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم ہر گز گمراہ نہ ہوں گے۔ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ بعض حضرات نے اس سلسلے میں پیغمبر (ص) کی مخالفت کی یہاں تک کہ بہت ہی توہین آمیز بات کی اور رکاوٹ بن گئے۔ (بخاری نے جلد ۵ صفحہ ۱۱ باب ”مرض النبی“ میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ اس سے زیادہ واضح صحیح مسلم، جلد ۳ صفحہ ۱۲۵۹ میں مذکور ہے۔)

ہم ایک بار پھر اس بات کی تکرار کریں گے کہ یہاں ہمارا مقصد عقائد کو مختصر سے استدلال کے ساتھ بیان کرنا ہے اور زیادہ تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے، وگرنہ گفتگو کا انداز کچھ اور ہوتا۔

۵۲ ہر امام کی تاکید، اپنے بعد والے امام کے بارے میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ: بارہ اماموں میں سے ہر ایک کی تائید اس سے پہلے والے امام کے ذریعہ ہوتی ہے۔ سب سے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام ہیں ان کے بعد انکے بیٹے امام حسن علیہ السلام، ان کے بعد امام علی علیہ السلام کے دوسرے بیٹے سے دالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام محمد باقی علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام، انکے بعد انکے بیٹے امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام، پھر انکے بیٹے محمد ابن علی التقی علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے علی ابن محمد النقی علیہ السلام، ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ابن علی العسکری علیہ السلام اور سب سے آخری امام محمد بن الحسن المہدی علیہ السلام ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں

لیکن لوگوں کی نظر وں سے غائب ہیں۔

البتہ حضرت مہدی علیہ السلام (جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی) کے وجود پر ایمان صرف ہمارے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ بعض سنی علماء نے حضرت امام مہدی علیہ السلام سے متعلق روایات کے متواتر ہونے پر الگ کتابیں لکھی ہیں۔ (رابطۃ العالم الاسلامی) کی طرف سے شائع ہونے والے رسالے میں چند سال قبل امام مہدی علیہ السلام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام (ع) کے ظہور کو حتمی قرار دیا گیا تھا اور ساتھ ہی امام حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق پیغمبر اکرم (ص) کی مشہور و مستند روایات کے کافی سارے اسناد کا ذکر ہوا تھا (یہ خط ۲۴ شوال ۱۳۹۶ ہجری کو ”رابطۃ العالم الاسلامی“ سے ”مجمع الفقہ الاسلامی“ کے ڈائرکٹر محمد المنتصر الکتانی کے دستخط کے ساتھ شائع ہوا ہے۔) البتہ ان میں بعض اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام آخری زمانے میں متولد ہوں گے لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ بارہویں امام ہیں اب بھی زندہ ہیں اور جب خدا انہیں زمین سے ظلم و جور کا خاتمہ کرنے اور حکومت عدل الہی قائم کرنے کا حکم دے گا تو وہ خروج کریں گے۔

۵۳ حضرت علی (ع) سب صحابہ سے افضل ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام سب صحابہ سے افضل ہیں پیغمبر اکرم (ص) کے بعد اسلامی امت مینان کا مقام سب سے بڑا ہے۔ اس کے باوجود ان کے بارے میں ہر قسم کا غلو حرام ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے لئے مقام الوہیت اور ربوبیت یا اس طرح کی کسی بات کے قائل ہیں وہ کافر اور مسلمانوں کے زمرے سے خارج ہیں۔ ہم ان کے عقائد سے بے زار ہیں۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ انکا ملتا جلتا نام اس سلسلے میں غلط فہمیوں کا باعث بنتا ہے حالانکہ علماء شیعہ امامیہ نے ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس گروہ کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

۵۴ صحابہ، عقل اور تاریخ کی عدالت میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ: پیغمبر (ص) کے اصحاب میں بڑے عظیم، جان نثار اور عظمت والے لوگ تھے قرآن و حدیث نے انکی فضیلت میں بہت کچھ بیان کیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمام اصحاب پیغمبر (ص) کو معصوم سمجھنے لگیں اور کسی استثناء کے بغیر ان کے اعمال کو درست قرار دیں کیونکہ قرآن نے بہت سی آیات (سورہ توبہ، سورہ نور، اور سورہ منافقین کی آیات) میں ایسے منافقین کا تذکرہ کیا ہے جو اصحاب پیغمبر (ص) میں شامل تھے ظاہری طور پر وہ ان کا حصہ تھے لیکن اس کے باوجود قرآن نے ان کی بہت زیادہ مذمت کی ہے دوسری طرف سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے پیغمبر (ص) کے بعد مسلمانوں میں جنگ کی آگ بھڑکائی، انہوں نے وقت کے امام اور خلیفہ کی بیعت توڑ دی اور دسیوں ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ افراد ہر لحاظ سے پاک و منزہ تھے؟ بالفاظ دیگر نزاع اور جنگ (مثلاً جنگ جمل و صفین) کے دونوں فریقوں کو کس طرح صحیح اور درست قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ تضاد ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے کچھ لوگ اس کی توجیہ کے لئے ”اجتہاد“ کے بہانے کو کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک فریق حق پر تھا اور دوسرا خطا کار لیکن چونکہ اس نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ہے لہذا خدا کے نزدیک اسکا عذر قابل قبول ہے، بلکہ اسکو صواب ملے گا ہمارے لئے اس استدلال کو قبول کرنا مشکل ہے۔ اجتہاد کا بہانہ بنا کر پیغمبر (ص) کے جانشین کی بیعت کیسے توڑی جا سکتی ہے؟ اور پھر جنگ کی آگ بھڑکا کر بے گناہ لوگوں کا خون کیسے بہایا جا سکتا ہے؟ اگر اجتہاد کا سہارا لیکر اس قدر بے تہاشا خونریزی کی توجیہ کی جا سکتی ہے تو پھر کون سا ایسا کام ہے جسکی توجیہ نہ ہو سکے؟

ہم واضح طور پر کہیں گے کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے تمام انسانوں، یہاں تک کہ پیغمبر اکرم (ص) کے اصحاب کی اچھائی برائی کا سار و مدار انکے اعمال پر ہے قرآن کا یہ زرین اصول (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقٰیْکُمْ) یعنی خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے (سورہ حجرات آیت ۱۲) ان کو بھی شامل ہے۔ لہذا ہمیں ان کے اعمال سامنے رکھتے ہوئے ان کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا۔ یوں ہم ان سب کے بارے میں ایک منطقی موقف اختیار کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ آنحضرت (ص) کے دور میں مخلص اصحاب کی صف میں شامل تھے اور پیغمبر اسلام (ص) کی رحلت کے بعد بھی وہ اسلام کی حفاظت میں کوشاں رہے اور قرآن کے ساتھ اپنے وعدہ کو

نبہاتے رہے، ہم ان کو اچھا سمجھتے ہیں اور انکا احترام کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آنحضرت لے دور میں منافقین کی صف میں شامل تھے اور انہوں نے ایسے کام کئے جن سے پیغمبر (ص) کا دل دکھایا اور پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے بعد انہوں نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور ایسے کام کئے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ تھے تو ہم انہیں نہیں مانتے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے (لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادّون من حادّ الله ورسوله ولو كانوا آباءهم أو ابناهم أو اخوانهم أو عشيرتهم أولئك كتب في قلوبهم الایمان) یعنی آپ خدا اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو خدا اور رسول (ص) کے ساتھ نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ دوستی کرتے ہوئے نہیں پائیں گے، اگرچہ وہ ان کے باپ، اولاد، بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ لوگ ہیں جن کے صفحات قلوب پر اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔ (سورہ مجادلہ، آیت ۲۲) جی ہاں؛ جو لوگ پیغمبر (ص) کی زندگی میں یا حضور کی رحلت کے بعد پیغمبر (ص) کو تکلیف پہنچاتے رہے وہ ہمارے عقیدہ کے مطابق احترام کے قابل نہیں ہیں۔

لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ پیغمبر (ص) کے بعض اصحاب نے اسلام کی ترقی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں انجام دی ہیں۔ خدا نے بھی ان کی تعریف و تمجید کی ہے۔ اسی طرح جو لوگ ان کے بعد آئے یا دنیا کے خاتمہ تک آتے رہیں گے اگر وہ حقیقی اصحاب کے راستہ پر چلتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھائیں تو وہ بھی تعریف اور تمجید کے لائق ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے (السّابِقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتّبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) یعنی مهاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اولین افراد نیز نیکویں میں انکی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۰۰) یہ ہے پیغمبر اسلام (ص) کے اصحاب کے متعلق ہمارے عقیدہ کا خلاصہ۔

۵۵۔ اہل بیت، علوم پیغمبر (ص) سے مأخوذ ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ: چونکہ متواتر روایات کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے ہمیں اہل بیت کے متعلق حکم دیا ہے کہ ہم ان دونوں کا دامن نہ چھوڑیں تاکہ ہم ہدایت پائیں، نیز چونکہ ہم ائمہ اہل بیت (ع) کو معصوم سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی ہر بات اور ان کا ہر عمل ہمارے لئے حجت اور دلیل ہے۔ اسی طرح ان کی تقریر (یعنی ان کے سامنے کوئی کام انجام پائے اور وہ اس سے منع نہ کریں) بھی حجت ہے بنا بریں قرآن و سنت کے بعد ہمارا ایک فقہی مأخذ ائمہ اہل بیت (ع) کا قول، فعل اور تقریر ہے۔

اور چونکہ متعدد اور معتبر روایات کے مطابق ائمہ اہل بیت (ع) نے فرمایا ہے کہ ان کے فرامین رسول اللہ (ص) کی احادیث ہیں جو وہ اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں، بنابر این واضح ہے کہ حقیقت میں ان کے فرامین پیغمبر (ص) کی روایات ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) سے ثقہ اور با اعتماد شخص کی روایت علمائے اسلام کے نزدیک قابل قبول ہے۔

امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے جابر سے فرمایا (یا جابر انّا لو کنا حدّثکم برأینا و هو انّا لکنّا من الہالکین، ولکن حدّثکم باحدیث نکذھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی اے جابر؛ اگر ہم اپنی رائے اور خواہشات نفسانی کی بناء پر تمہارے لئے کوئی بات بیان کریں تو ہم تباہ ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ لیکن ہم تمہارے لئے ایسی احادیث نقل کرتے ہیں جو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خزانہ کی صورت میں جمع کی ہیں۔ (جامع احادیث الشیعہ، جلد ۱ صفحہ ۱۸ از مقدمات، حدیث ۱۱۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ کسی نے امام (ع) سے سوال کیا اور حضرت (ع) نے جواب دیا۔ اس شخص نے امام کی رائے تبدیل کرنے کی غرض سے بحث شروع کر دی تو امام صادق (ع) نے فرمایا: (ما اجتبت فیہ من شئی فہو عن رسول اللہ) یعنی میں نے تجھے جو جواب دیا ہے وہ پیغمبر (ع) سے منقول ہے (اور اس میں بحث کی گنجائش نہیں ہے)۔ (اصول کافی، جلد ۱ صفحہ ۵۸ حدیث ۱۲۱)

قابل غور اور اہم نکتہ یہ ہے کہ حدیث کے سلسلہ میں ہمارے پاس کافی، تحذیب، استبصار، من لا یضرہ الفقیہ اور دوسری معتبر کتابیں ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہر روایت ہماری نظر میں قابل قبول ہے بلکہ روایات سے متعلق کتب کے ساتھ ہمارے پاس علم رجال کی کتب بھی موجود ہیں، جن میں ہر طبقہ کے راویان احادیث پر بحث کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ روایت قابل قبول ہے، جس کی سند میں مذکور تمام افراد ثقہ اور قابل اطمینان ہوں لہذا ان مشہور اور معتبر کتب میں جو روایات اس شرط کی حامل نہ ہوں وہ ہماری نظر میں قابل قبول نہیں۔

علاوہ از این ممکن ہے کہ کوئی روایت ایسی ہو جس کا سلسلہ سند بھی معتبر ہو لیکن ابتداء سے لے کر آج تک ہمارے بڑے

بڑے علماء اور فقہاء نے اسے نظر انداز کیا اور اس پر عمل نہ کیا ہوا اور انہیں اس میں کچھ دیگر نقائص نظر آتے ہوں۔ اس قسم کی روایت کو ہم ”معرض عنہا“ کہتے ہیں۔ یہ ہماری نظر میں معتبر نہیں۔

بنابر این یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ ہمارا عقیدہ جاننے کے لئے فقط اور فقط ان کتب میں موجود کسی ایک روایت یا مختلف روایات کا سہارا لیتے ہیں، بغیر اس کے کہ روایت کی سند کے بارے میں کوئی تحقیق کریں انکا طریقہ کار غلط ہے۔ بعض معروف اسلامی فرقوں میں ”صحاح“ کے نام سے کتابیں موجود ہیں، جن میں موجود روایات کا صحیح ہونا ان کتابوں کے مصنفین کے نزدیک ثابت ہے۔ نیز دوسرے لوگ بھی ان روایات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک موجود معتبر کتابیں اس طرح نہیں ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جن کے مصنفین معروف اور قابل اعتماد شخصیات ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں موجود روایات کی سند کا صحیح ہونا علم رجال کی کتب کی روشنی میں راویوں کی تحقیق پر موقوف ہے۔

مذکورہ بالا نکتے کی طرف توجہ ہمارے عقائد کے متعلق پیدا ہونے والے بہت سے سوالوں کا جواب دے سکتی ہے۔ جس طرح اس سے بے توجہی ہمارے عقائد کی پہچان کے سلسلے میں بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دے سکتی ہے۔

بہر حال قرآن مجید کی آیات اور پیغمبر اسلام (ص) کی احادیث کے بعد ہماری نظر میں بارہ اماموں (ع) کی احادیث معتبر ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام سے ان احادیث کا صدور معتبر طریقہ سے ثابت ہو۔

مختلف مسائل

گزشتہ ابواب میں ذکر ہونے والے مباحث میں نے دین اسلام کی بنیادوں سے متعلق ہمارے نظریاتی و اعتقادی اصولوں کو واضح کیا۔ ان کے ساتھ ساتھ ہمارے عقائد کی کچھ اور خاص باتیں ہیں جو اس باب میں بیان کی جاتی ہیں۔

۵۶۔ حسن و قبح کا مسئلہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسانی عقل بہت سی اشیاء کی خوبی و بدی اور حسن و قبح کا ادراک کر سکتی ہے۔ یہ خوب و بد کی پہچان، اس طاقت کی بدولت ہے جو خدا نے انسان کو عطا کی ہے۔ بنابر این آسمانی شریعتوں کے نازل ہونے سے پہلے بھی بعض امور عقل کی بدولت انسانوں کے لئے واضح تھے مثلاً عدل اور نیکی کی خوبی، ظلم و ستم کی برائی نیز ہدایت، امانت، شجاعت اور سخاوت جیسی بہت سی اخلاقی صفات کی اچھائی اسی طرح جھوٹ، خیانت، بخل اور اس طرح کی دوسری صفات کی برائی و قباح، ان امور میں سے ہیں جنہیں عقل درک کرتی ہے۔ لیکن چونکہ عقل تمام اشیاء کی اچھائی اور برائی کو سمجھنے سے عاجز ہے اور انسان کی معلومات بہر حال محدود ہیں اس لئے ادیان الہی، آسمانی کتب اور انبیاء، خدا کی طرف سے اس امر کی تکمیل کے لئے بھیجے گئے، تاکہ وہ عقلی ادراکات کی بھی تاکید کریں اور ان تاریک گوشوں کو بھی نمایاں کریں جن کے ادراک سے عقل عاجز ہے۔

اگر حقائق کی پہچان کے سلسلے میں ہم عقل کی ذاتی صلاحیت کے سرے سے ہی منکر ہو جائیں تو پھر توحید، خدا شناسی اور آسمانی ادیان کی بات ہی ختم ہو جائے گی کیونکہ وجود خدا کا اثبات اور بعثت انبیاء کی حقانیت صرف عقل کے ذریعہ ہی قابل اثبات ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ شرعی تعلیمات اس صورت میں قابل قبول ہیں جب یہ دو اصول (توحید و نبوت) پہلے عقلی دلیل کے ذریعہ ثابت ہو چکے ہوں۔ صرف شرعی دلیل کے ذریعہ ان دونوں موضوعات کا اثبات ناممکن ہے۔

۵۷۔ عدل الہی

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ہم خدا کے عادل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس بات کو محال سمجھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم کرے یا بلا وجہ کسی کو سزا دے یا بلا وجہ کسی کو معاف کر دے۔ یہ محال ہے کہ وہ اپنا وعدہ وفا نہ کرے اور محال ہے کہ برے اور خطاکار شخص کو اپنی طرف سے نبوت اور رسالت کا مقام عطا فرمائے اور اسے معجزات سے نوازے۔

نیز یہ بھی محال ہے کہ اس نے اپنے جن بندوں کو سعادت کا راستہ طے کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، انہیں کسی راہنما اور رہبر کے بغیر سرگرداں چھوڑ دے، کیونکہ یہ سب کام برے اور قبیح ہیں قرآنی آیات ایسی آیات سے بھری پڑی ہیں جو عقل اور عقلی دلائل کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ جادہ توحید پر گامزن ہونے کے لئے قرآن نے ارباب عقل و خرد کو زمین اور آسمان میں موجود خدا کی نشانیوں کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ (اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالاٰتِ الْاٰلِیْلِ

وَالنَّهَارَ لَايَاتٍ لَّأُولَى الْآلِبَابِ (سورہ آل عمران، آیت ۱۹۰)

دوسری طرف سے انسانی عقل و شعور میں اضافہ کو خدا کی نشانیوں کے بیان کا ہدف قرار دیا۔ (انظر كيف نصرّف الآيات لعلّهم يفقهون) یعنی دیکھو کہ ہم مختلف تعبیروں سے کس طرح اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ لیں۔ (سورہ انعام، آیت ۶۵)

تیسرا نکتہ: ان دونوں باتوں کے علاوہ تمام انسانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ نیکیوں اور برائیوں میں تمیز کریں۔ اور اس سلسلہ میں قوت فکر سے کام لیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ (قل هل يستوی الاعمى والبصير افلا تتفكرون) یعنی کیا نابینا اور بینا (نادان اور دانا) برابر ہیں؟ کیا تم فکر نہیں کرتے؟ (سورہ انعام، آیت ۵۰)

چوتھا اور آخری نکتہ یہ ہے کہ: جو لوگ اپنے کانوں، آنکھوں اور زبان سے کام نہیں لیتے اور اپنی عقل و خرد سے استفادہ نہیں کرتے انہیں زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدترین حیوان قرار دیا گیا ہے۔ (انّ شرّ الدّواب عند الله الصّمّ البکم الذّین لا یعقلون) یعنی خدا کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں سب سے برے وہ بہرے اور گونگے افراد ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے (سورہ انفال، آیت ۲۲) اور بھی متعدد آیات اس بات کو بیان کرتی ہیں۔

ان دلائل کی موجودگی میں اسلام کے اصول و فروع کے حوالے سے ہم عقل و خرد اور تفکر کی قوت سے کیسے چشم پوشی کر سکتے ہیں؟

خداوند عالم کے لئے برے اور قبیح کام کا امکان نہیں ہے۔

ہمارے عقیدے

آزادی انسان

۵۹۔ فقہ کا ایک مأخذ عقل ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: دین اسلام کا ایک بنیادی مأخذ مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں عقل ہے۔ یعنی یہ کہ عقل عینی طور پر کسی چیز کو درک کرے اور اس کے بارے میں فیصلہ کرے۔ مثال کے طور پر اگر (بطور فرض) قرآن اور سنت میں ظلم و خیانت، جھوٹ، قتل، چوری اور لوگوں کے حقوق پامال کرنے کی حرمت پر کوئی دلیل ہی نہ ہوتی و ہم دلیل عقلی کے ذریعہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے اور عقین رکھتے کہ اس عالم اور حکیم خدا نے ہم پر یہ چیزیں حرام کر دی ہیں اور وہ ان کی انجام دہی پر راضی نہیں ہے۔ عقل کا یہ حکم ہمارے اوپر حجت محسوب ہوتا۔

۶۰۔ عدل الہی پر ایک نظر

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے ہم خدا کے عادل ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ عقین رکھتے ہیں کہ خدا اپنے کسی بندہ پر کوئی ظلم نہیں کرتا کیونکہ ظلم ایک برا اور ناپسندیدہ کام ہے اور خدا کی ذات اس طرح کے کام سے پاک اور منزہ ہے (ولا یظلم ربک احدا) یعنی تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (سورہ کہف، آیت ۴۹)

اگر دنیا اور آخرت میں بعض افراد کو سزا ملے گی تو اس کا اصل سبب وہ خود ہیں۔ (فما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون) یعنی خدا نے عذاب الہی میں مبتلا ہونے والی گزشتہ (اقوام) پر ظلم نہیں کیا (سورہ توبہ، آیت ۷۰) بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

نہ صرف انسان بلکہ کائنات کی کسی چیز پر بھی خدا ظلم نہیں کرتا۔ (وما الله یرید ظلما للعالمین) یعنی خدا اہل عالم پر ظلم کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتا۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۸) یاد رہے کہ یہ تمام آیات حکم عقل کی طرف راہنمائی کر رہی ہیں اور اسی کی تاکید کر رہی ہیں۔

تکلیف مالا یطاق

تکلیف مالا یطاق کی نفی مذکورہ وجوہات کی بنا پر ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ہر گز تکلیف مالا یطاق (انسان کی طاقت سے

باہر کاموں) کا حکم نہیں دیتا (لا یكلف الله نفسا الا وسعها)(سورئہ بقرہ، آیت ۲۸۶)

۶۱۔ المناک حادثات کا فلسفہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں جو المناک واقعات رونما ہوتے ہیں (مثلاً زلزلے ، مصیبتیں اور مشکلات) مذکورہ بالا وجوہات کی روشنی میں وہ کبھی تو خدا کی طرف سے سزا کے طور پر واقع ہوتے ہیں جیسا کہ قوم لوط کے متعلق فرمایا ہے (فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها وامطرنا عليهم حجارة من سجيل منضود) یعنی جب عذاب کے بارے میں ہمارا حکم آگیا تو ہم نے انکے شہروں کو ملیا میٹ کر دیا اور ان پر پتھروں کی موسلا دھار بارش نازل کر دی۔ (سورئہ ہود ، آیت ۸۲) اور ”سبا“ کے سرکش اور ناسپاس لوگوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے (فاعرضوا فارسنا عليهم سيل العرم) (سورئہ سبا ، آیت ۱۶) یعنی انہوں نے خدا کی اطاعت سے منہ موڑ لیا اور ہم نے تباہ کن سیلاب انکی طرف بھیج دیا۔

نیز ان میں سے بعض واقعات انسانوں کو بیدار کرنے کے لئے ہوتے ہیں تاکہ وہ حق کے راستے کی طرف لوٹ آئیں۔ (ظہر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايد الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون) خشکی اور سمندروں میں لوگوں کے کاموں کی وجہ سے خرابی آشکار ہو گئی۔ خدا چاہتا ہے کہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ شاید وہ لوٹ آئیں۔ (سورئہ روم ، آیت ۴۱) لہذا اس طرح کی مصیبتیں حقیقت میں خدا کے لطف و کرم کا نتیجہ ہیں۔

بعض مصیبتیں ایسی ہیں جو انسان خود اپنے لئے ڈھونڈ لاتا ہے۔ با الفاظ دیگر وہ اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ (ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔ (سورئہ رعد ، آیت ۱۱)

(ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك) یعنی جو نیکی تجھے نصیب ہو وہ خدا کی طرف سے ہے (اور اس کی مدد سے ہے) اور جو برائی تجھے لاحق ہو وہ خود تیری طرف سے ہے۔ (سورئہ نساء، آیت ۷۹)

۶۲۔ کائنات کا نظام سب سے بہترین نظام ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: یہ کائنات عالی ترین نظام کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ یعنی اس کائنات کا موجودہ نظام ممکنہ نظاموں میں سب سے بہتر نظام ہے۔ ہر چیز حساب کتاب کے مطابق ہے اس میں حق ، عدل ، انصاف اور نیکی کی منافی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ اگر انسانی معاشرہ میں کوئی برائی نظر آرہی ہے تو یہ خود انکی طرف سے ہیں۔

ہم یہ بات دہراتے ہیں کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے کائنات کے بارے میں اسلامی نظریہ کہ ایک اصلی بنیاد عدل الہی ہے۔ اس کے بغیر توحید ، نبوت اور معاد کا نظریہ بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے، ذرا غور کیجئے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پہلے فرمایا ”ان اساس الدين التوحيد والعدل“ یعنی دین کی بنیاد توحید اور عدل ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ”اما التوحيد فان لا تجوز على ربك ما جاز عليك و اما العدل فان لا تنسب الى خالقك ما لامك عليه“ یعنی توحید یہ ہے کہ جو باتیں تیرے کئے روا نہیں ہیں ، انہیں خدا کے لئے روا نہ سمجھ۔ (اسے ممکنات کی تمام صفات سے پاک و منزہ سمجھو) اور عدل یہ ہے کہ تم خدا کی طرف کسی ایسے کام کی نسبت نہ دو جسے اگر تم انجام دو تو وہ اس پر تمہاری مذمت کرے۔ غور کیجئے (بحار الانوار ، جلد ۵ صفحہ ۱ حدیث ۲۳)

۶۳۔ فقہ کے چار مأخذ

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہمارے فقہی منابع (مأخذ) چار ہیں ۔

- ۱۔ ”کتاب اللہ“ یعنی قرآن مجید جو اسلامی معارف اور احکام کی بنیاد ہے۔
- ۲۔ پیغمبر اسلام (ص) اور ائمہ معصومین علیہم السلام (اہل بیت) کی سنت۔
- ۳۔ علماء اور فقہاء اجماع و اتفاق جو معصوم کی رائے کا مظہر ہو۔
- ۴۔ عقل، عقل یا دلیل عقلی سے مراد عقلی اور قطعی دلیل عقلی ہے جو دلیل عقلی ظنی ہو (مثلاً قیاس ، استحسان وغیرہ) وہ ہمارے نزدیک کسی بھی فقہی مسئلہ میں قابل قبول نہیں ہے۔ لہذا اگر فقیہ اپنے گمان کے مطابق کسی چیز میں مصلحت

دیکھے لیکن اس کے مطابق قرآن اور سنت میں کوئی مخصوص حکم نہ ہو تو وہ اپنے گمان کو حکم خدا کے طور پر پیش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح شرعی احکام اُخذ کرنے کے لئے ظنی قیاسات اور اس طرح کی چیزوں کا سہارا لینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن جن مقامات پر انسان کو عین حاصل ہو جائے (جیسے ظلم، جھوٹ، چوری اور خیانت کی برائی کا عین) تو ان مقامات پر عقل کا حکم معتبر ہے۔ عقل کا یہ قطعی حکم ”کُلْ مَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمٌ بِهِ الشَّرْعُ“ (عقل جس چیز کا حکم دے شرع کا حکم بھی وہی ہوگا) کے قاعدہ کے تحت حکم شرعی محسوب ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ عبادتی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی امور میں مکلف لوگوں کے لئے ضروری مسائل کے متعلق پیغمبر (ص) اور ائمہ علیہم السلام کی احادیث ہمارے یہاں موجود ہیں اور ظنّ اور گمان پر مشتمل دلیلوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مسائل مستحدثہ (یعنی وہ مسائل جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کو پیش آتے ہیں) کی پہچان کے سلسلہ میں بھی کتاب خدا نیز رسول (ص) اور ائمہ (ع) کی سنت میں اصول اور ضوابط بیان کر دئے گئے ہیں، جن کے بعد ہمیں اس طرح کے ظنی مسائل کی ضرورت نہیں رہتی۔ یعنی ان قواعد اور ضوابط کی طرف رجوع کرنے سے مسائل مستحدثہ کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔ (اس مسئلہ می تفصیل بیان کرنے کی گنجائش اس مختصر سی کتاب میں نہیں ہے، کتاب ”المسائل المستحدثہ“ میں ہم نے یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے)۔

۶۴۔ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ: شریعت کے تمام مسائل میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ تمام صاحب نظر فقہاء مذکورہ بالا چار فقہی مآخذ سے احکام خداوندی کا استنباط کر سکتے ہیں جو استنباط کی قدرت نہیں رکھتے، اگرچہ انکی آراء سے بطور کامل مطابقت نہ رکھتی ہوں۔
ہمارا عقیدہ ہے کہ: جو لوگ فقہ میں صاحب نظر نہیں ان کو ہمیشہ ایسے زندہ فقہاء کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو زمانہ کے تقاضوں اور مسائل سے آگاہ ہوں۔ یعنی انکی تقلید کریں۔ فقہ ست نا بلد لوگوں کا فقہ کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا ہمارے نزدیک ایک بدیہی ضرورت ہے۔ ان فقہاء کو مرجع تقلید کہتے ہیں، اسی طرح ہم مردہ فقہ کی تقلید ابتدائی طور پر جائز نہیں سمجھتے۔ لوگوں کو زندہ فقہ کی تقلید کرنی چاہئے تاکہ فقہ ہمیشہ ترقی اور تکامل کی طرف رواں دواں رہے۔

۶۵۔ قانون سازی کی ضرورت نہیں
ہمارا عقیدہ ہے کہ: اسلام میں قانونی خلا موجود نہیں ہے۔ یعنی اسلام نے قیامت تک کے لوگوں کے لئے ضروری احکام بیان کر دئے ہیں، البتہ گاہے خاص صورت میں اور کبھی ایک عام اور کلی حکم کے ضمن میں۔ اسی وجہ سے ہمارے نزدیک فقہاء کو قانون سازی کا حق حاصل نہیں۔ بلکہ ہم انکی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا چال مآخذ سے احکام اخذ کریں اور سب کے سامنے رکھیں کیا خود قرآن نے سورئہ مائدہ (جو پیغمبر اسلام (ص) پر نازل ہونے والی آخری سورت یا آخری سورتوں میں سے ایک ہے) میں یہ نہیں فرمایا (اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں مکمل کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کے طور پر قبول کر لیا (سورئہ مائدہ، آیت ۳) اگر اسلام تمام زمانوں اور ادوار کے لئے مکمل فقہی احکام کا حامل نہ ہو تو وہ کامل دین کیسے ہو سکتا ہے؟

کیا ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہیں دیکھتے ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ وَاللّٰهُ مَا مِنْ شَيْءٍ يَقْرِبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَ يَبْزِلُكُمْ عَنْهَا إِلَّا وَدَّ أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ“ یعنی اے لوگوں! ہر وہ چیز جو تمکو بہشت سے نزدیک کرتی ہے اور دوزخ کی آگ سے دور کرتی ہے میں نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے اور ہر وہ چیز جو تمہیں جہنم کی آگ سے نزدیک کرتی ہے اور جنت سے دور کرتی ہے میں نے تمہیں اس سے روکا ہے۔ (اصول کافی، جلد ۲ صفحہ ۷۲ اور بحار الانوار، جلد ۶۷ صفحہ ۹۶)۔

حضرت امام جعفر صادق (ع) کی ایک مشہور حدیث ہے ”مَا تَرَكَ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا كَتَبَهُ حَتَّىٰ أَرَشَ الْخَدَشَ“ یعنی حضرت علی (ع) نے اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں چھوڑا جسے آپ نے (حضور کے حکم سے اور آپ کے لکھوانے پر) لکھ نہ لیا ہو۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سی خراش (کہ جو انسانی بدن پر آتی ہے) کی دیت بھی (جامع الاحادیث، جلد اول، صفحہ ۱۸ حدیث ۱۲۷، اسی کتاب میں اس سلسلہ کی اور بھی روایات مذکور ہیں)۔

بنابریں ظن و گمان پر مبنی دلائل اور قیاس و استحسان کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

۶۶۔ تقیہ اور اس کا فلسفہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: جب بھی انسان متعصب، ہٹ دھرم اور غیر معقول افراد کے درمیان اس طرح پھنس جائے کہ ان کے درمیان اپنے عقیدہ کا اظہار اس کے لئے جانی یا مالی خطرہ کا باعث ہو اور عقیدہ کے اظہار کا کوئی خاص فائدہ بھی نہ ہو تو وہاں اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرے اور نہ اپنی جان گنوائے۔ اس عمل کا نام ”تقیہ“ ہے ہم نے یہ بات قرآن مجید کی دو آیتوں اور عقلی دلیل سے اخذ کی ہے۔

قرآن مومن آل فرعون کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ (وقال رجل مومن من آل فرعون یکتُم ایمانہ ا تقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جائکم بالبینات من ربکم) یعنی آل فرعون میں سے ایک مومن شخص نے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا (موسیٰ) (ع) کا دفاع کرتے ہوئے (کہا: کیا تم اس مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لیکر آیا ہے۔ (سورہ مومن، آیت ۲۸)

ہم یکتُم ایمانہ کا جملہ صریح الفاظ میں تقیہ کا مسئلہ بیان کر رہا ہے کیا یہ درست تھا کہ مومن آل فرعون اپنا ایمان ظاہر کرتے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے جبکی کوئی فائدہ بھی نہ ہوتا؟

صدر اسلام کے بعض مجاہد اور مبارز مومنین کو جو متعصب مشرکین کے جنگل میں پھنس چکے تھے، ان کو تقیہ کا حکم دیتے ہوئے قرآن یوں فرماتا ہے (لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و من یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئی الا ان یتقوا منهم تقاة) یعنی با ایمان لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں اور مشرکوں کو اپنا ولی اور دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر یہ کہ (تم خطرہ کے وقت) ان سے تقیہ کرو۔ (سورہ آل عمران، آیت ۲۸)

بنابر این تقیہ (یعنی عقیدہ کو چھپانا) وہاں جائز ہے جہاں انسان کی جان، مال اور عزت کو متعصب اور ہٹ دھرم دشمنوں سے خطرہ ہو اور وہاں عقیدہ کے اظہار کا فائدہ بھی کچھ نہ ہو۔ ایسے موقع پر بلا وجہ انسان کو خطرہ میں ڈالنا اور افرای قوت کو ضائع کرنا صحیح اور معقول نہیں ہے بلکہ اسے محفوظ رکھنا چاہئے تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اسی لئے حضرت امام جعفر صادق (ع) کی مشہور حدیث ہے۔ ”التقیة ترس المومن“ یعنی تقیہ مومن کی ڈھال ہے (وسائل، جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۱ حدیث ۶ باب ۲۴ بعض احادیث میں ”ترس اللہ فی الارض“ یعنی زمین میں خدا کی ڈھال کے الفاظ مذکور ہیں۔) یعنی ترس (ڈھال) کا استعمال اس لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ تقیہ دشمن کے مقابلہ میں دفاع کا ایک ذیعہ ہے۔ مشرکین کے مقابلہ میں عمار یاسر کے تقیہ کرنے اور پیغمبر اسلام (ص) کی طرف سے اس پر ان کی تائید فرمانے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ (بہت سے مفسرین، مورخین اور ارباب حدیث نے اپنی مشہور کتاب میں یہ حدیث بیان کی ہے واحدی نے اسباب النزول میں اور طبری، قرطبی، زمخشری، فخر رازی، بیضاوی اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر کی کتابوں میں، سورہ نحل کی آیت ۱۰۶ کے ذیل میں اسکا تذکرہ کیا ہے۔)

جنگ کے میدانوں میں دشمن سے اسلحہ اور سپاہیوں کو چھپانا اور جنگی رازوں کو مخفی رکھنا وغیرہ سب کے سب انسانی زندگی میں ایک قسم کا تقیہ ہیں۔ بہر حال جہاں حقیقت کا اظہار خطرہ کا یا نقصان کا باعث ہو اور اظہار کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو وہاں تقیہ کرنا (یعنی چھپانا) ایک عقلی اور شرعی حکم ہے جس پر نہ فقط شیعہ بلکہ دنیا کے تمام مسلمان، بلکہ دنیا کے تمام عقلاء ضرورت کے وقت عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اس کے باوجود تعجب خیز بات یہ ہے کہ بعض لوگ تقیہ کو شیعوں اور مکتب اہل بیت کے ساتھ مختص سمجھتے ہیں اور اسے ان کے خلاف ایک اہم اعتراض کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ بات بالکل واضح ہے تقیہ کا سرچشمہ قرآن، سنت، نبی (ص) کے صحابہ کی سیرت اور دنیا کے تمام عقلاء کا طرز عمل ہے۔

۶۷۔ تقیہ کہاں حرام ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ: مذکورہ بدگمانیوں کی وجہ، شیعہ عقائد سے نا آگاہی یا شیعہ دشمن عناصر سے شیعہ عقائد اخذ کرنے کا عمل ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ بالا وضاحت سے بات مکمل طور پر صاف ہو گئی ہو گی۔ البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض جگہوں پر تقیہ حرام ہے۔ یہ وہاں ہے جہاں تقیہ کرنے سے دین، اسلام اور قرآن کی بنیاد یا اسلامی نظاموں کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ ایسی جگہوں پر عقیدہ کا اظہار ضروری ہے۔ اگرچہ انسان اس اظہار عقیدہ کی وجہ سے جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ عاشورہ کے دن کربلا میں امام حسین علیہ السلام

نے اسی نظر سے پر عمل کیا کیونکہ بنی امیہ کے حکمرانوں نے اسلام کی اساس کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے قیام نے ان کے کرتوتوں کا پردہ چاک کر دیا اور اسلام کو خطرہ سے بچا لیا۔

۶۸۔ اسلامی عبادات قرآن و سنت نے جن عبادتوں پر زور دیا ہے ہم ان پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے پابند ہیں، مثلاً نماز پنجگانہ جو خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ کی کڑی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کے روزے جو ایمان کی تقویت، تزکیہ نفس اور تقویٰ کا بہترین ذریعہ ہے اور نفسانی خواہشات کے ساتھ مقابلہ کا ہتھیار ہیں۔

ہم صاحب استطاعت افراد پر زندگی میں ایک بار حج خانہ خدا کو واجب سمجھتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرنے اور باہمی محبت کے بندھنوں کو مضبوط کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے نیز مسلمانوں کی عزت کا باعث ہے ہم زکات المال، خمس، امر بالمعروف، نہی عن المنکر نیز اسلام اور مسلمانوں پر حملہ و ہونے والوں کے خلاف جہاد کو بھی مسلمات میں شمار کرتے ہیں۔

ہمارے اور بعض دوسرے اسلامی فرقوں کے درمیان ان مسائل کے بعض جزئیات میں اختلاف ہے، بالکل اسی طرح جس طرح اہل سنت کے چار فرقے بھی عبادات میں اور دوسرے احکامات میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔

ہمارے عقیدے

۶۹۔ دو نمازوں کو ساتھ پڑھنا

ہمارا عقیدہ ہے کہ: نماز ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے (اگرچہ انہیں الگ الگ وقت میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے) ہمارا عقیدہ ہے کہ: نبی اکرم (ص) کی طرف سے دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت ان لوگوں کی حالت کے پیش نظر ہے جو مشکلات سے روبرو ہیں۔

صحیح ترمذی میں ابن عباس سے یوں منقول ہوا ہے کہ ”جمع رسول اللہ (ص) بین الظهر والعصر و بین المغرب والعشاء بالمدينة من غیر خوف والمطر، قال تقول لابن عباس ما اراد بذلك؟ قال اراد ان لا یخرج امتہ“ یعنی مدینہ منیہ میں پیغمبر اسلام (ص) نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں بھی اکٹھی پڑھیں حالانکہ نہ کوئی خطرہ تھا اور نہ بارش تھی۔ ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ اس کام سے آنحضرت کا کیا مقصد تھا؟ تو اس نے جواب دیا تاکہ اپنی امت کو مشکل میں نہ ڈالیں (یعنی جس مقام پر دو نو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا زحمت کا باعث ہو وہاں اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جائے) (سنن ترمذی، جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ باب ۱۳۸ اور سنن بیہقی، جلد ۳ صفحہ ۶۷)۔

خاص کر موجودہ دور میں جب کہ معاشرتی زندگی خاص کر کارخانوں اور مصروف صنعتی مراکز میں بڑی پیچیدہ شکل اختیار کر چکی ہے اور پانچ الگ الگ اوقات میں نماز کی پابندی کی شرط کے باعث بعض لوگوں نے نماز کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ پیغمبر اسلام (ص) نے یہ جو اجازت عطا فرمائی ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے نماز کو زیادہ پابندی سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

۷۰۔ خاک پر سجدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: مٹی یا زمین کے دوسرے اجزاء پر سجدہ کرنا چاہئے یا ان چیزوں پر جو زمین سے اگتی ہوں جیسے درختوں کے پتے اور لکڑی نیز دیگر پودوں پر سوائے ان چیزوں کے جو کھائی جاتی ہیں یا پہننے کے کام آتی ہیں۔ لہذا قالین وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے ہم مٹی پر سجدہ کرنے کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں، اسی لئے آسانی کی وجہ سے بہت سے شیعہ سانچے میں ڈھلے ہوئے پاک مٹی کا ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھتے ہیں جسے سجدہ گاہ کہتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں۔ یہ پاک بھی ہے اور مٹی بھی۔

اس سلسلہ میں ہماری دلیل نبی اکرم (ص) کی یہ مشہور حدیث ہے۔ ”جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً“ ہم یہاں لفظ مسجد کو ”سجدہ کی جگہ“ کے معنی میں لیتے ہیں۔ یہ حدیث اکثر کتب صحاح اور دوسری کتابوں میں نقل ہوئی ہے۔ (بخاری نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے باب التیمم (جلد ۱ صفحہ ۹۱) میں، نسائی نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ

انصاری سے باب التےم بالصعید میں اسے ذکر کیا ہے مسند احمد میں یہ حدیث ابن عباس سے منقول ہے دیکھئے جلد ۱ صفحہ ۳۰۱، شیعہ کتب میں بھی پیغمبر اکرم (ص) سے یہ روایت مختلف اسناد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں مسجد سے مراد سجدہ کی جگہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نماز کی جگہ ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے عمل کی نفی کرتی ہے جو صرف ایک مخصوص مقام پر نماز پڑھتے ہیں لیکن اس بات کے پیش نظر کہ یہاں طہور یعنی ”تےم کی مٹی“ کی بات آئی ہے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں اس مسجد سے مراد سجدہ کی جگہ ہے یعنی زمین کی مٹی طہور بھی ہے اور سجدہ کرنے کی جگہ بھی۔ اس کے علاوہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے بہت سی روایات منقول ہیں جن میں مٹی اور پتھر وغیرہ کو سجدہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔

۷۱۔ انبیاء اور ائمہ (ع) کے مزاروں کی زیارت
ہمارا عقیدہ ہے کہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ائمہ اہل بیت علیہم السلام، عظیم علماء، دانشمندان اور راہ حق کے شہیدوں کے مزارات کی زیارت سنت مودکہ ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں نبی اکرم (ص) کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے کے بارے میں بے شمار روایات موجود ہیں شیعہ کتابوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ اگر ان روایتوں کو اکٹھا کر دیا جائے تو ایک الگ کتاب بن سکتی ہے۔ (ان روایات سے آگاہی حاصل کرنے، اسی طرح زیارت کے سلسلہ میں بزرگوں کے کلمات اور حالات دیکھنے کے لئے الغدیر، جلد ۵، صفحہ ۲۰۷ تا ۲۰۹ کی طرف رجوع کریں۔)
ہر دور میں تمام بڑے علماء اور لوگوں کے طبقوں نے اس کو اہمیت دی ہے کتابیں ان لوگوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں جو رسول اکرم (ص) یا دوسرے بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ (ان روایات سے آگاہی حاصل کرنے نیز زیارت کے بارے میں بزرگوں کے اقوال اور حالات کے مطالعہ کے لئے سابقہ مأخذ کی طرف رجوع کریں۔) بہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے۔
یہ بات واضح ہے کہ زیارت اور عبادت کے درمیان فرق کو نہیں بھولنا چاہئے۔ عبادت و پرستش خدا کے لئے مخصوص ہے جبکہ زیارت کا مقصد بزرگان دین کا احترام، ان کی یاد کو زندہ رکھنا اور خدا کے حضور ان سے شفاعت طلب کرنا ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق آنحضرت (ص) اہل قبور کی زیارت کے لئے جنت البقیع جاتے اور ان کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔ (یہ روایات صحیح مسلم، ابو داؤد، نسائی، مسند احمد، صحیح ترمذی اور سنن بیہقی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔)
بنابر این اسلامی فقہ کے نقطہ نظر سے اس کام کے جواز میں کسی شخص کو شک نہیں کرنا چاہئے۔

۷۲۔ مراسم عزاداری کا فائدہ
ہمارا عقیدہ ہے کہ: شہدائے اسلام بالخصوص شہیدان کربلا کی عزاداری اور ان کا سوگ منانے کا مقصد ان کی یاد کو زندہ رکھنا اور اسلام کی راہ میں ان کی قربانیوں کا پرچار ہے۔ اسی لئے ہم مختلف دنوں بالخصوص عاشور کے ایام (محرم کے پہلے دس دن) میں عزاداری مناتے ہیں جو رسول کی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام کے لخت جگر، بہشت کے جوانوں کے سردار (”الحسن والحسین سے دا شباب اہل الجنة“ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ حدیث صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۷، ۳۰۹، میں ابو سعید خدری اور حذیفہ سے منقول ہے نیز صحیح ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول اللہ (ص) مستدرک الصحیحین، حلیۃ الاولیاء، تاریخ بغداد، اصابۃ ابن حجر، کنز العمال، ذخائر اعقبی اور دوسری بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ایام ہیں ہم ان کی زندگی اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے ہیں، ان کے اہداف پر بحث کرتے ہیں اور ان کی پاک روحوں پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔
عزید ایک فاجر، خود سر اور اسلام سے بیگانہ شخص تھا لیکن بد قسمتی سے اسلامی خلافت پر قابض تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے سن ۶۱ ہجری میں اس کے خلاف قیام کیا۔ اگرچہ وہ اور ان کے تمام ساتھی عراق میں کربلا نامی سرزمین پر شہید کر دئے گئے اور انکی خواتین قیدی بنا لی گئیں لیکن انکے خون نے اس دور کے تمام مسلمین میں ایک حیرت انگیز جذبہ اور ولولہ پیدا کر دیا۔ بنی امیہ کے خلاف ۷۰ کے بعد دیگر بغاوتیں ہونے لگیں۔ ان بغاوتوں نے بنی امیہ کے ظلم و ستم کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ آخر کار انکا ناپاک وجود ختم ہو گیا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ واقعہ عاشورہ کے بعد بنی امیہ

کی حکومت کے خلاف جتنی بغاوتیں ہوئیں سب کا عنوان ”الرضا لآل محمد“ اور ”لِ الثارات الحسين“ کے نعرے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نعرے تو بنی عباس کے ابتدائی دور حکومت میں بھی بلند ہوتے رہے۔ (ابو مسلم خراسانی جس نے عباسی حکومت کا خاتمہ کیا، اس نے مسلمانوں کی بعد ہم دردیاں حاصل کرنے کے لئے الرضا لآل محمد کا نعرہ لگایا۔ کامل ابن اثیر، جلد ۵ صفحہ ۳۷۲۔ تو ابین کا قیام بھی ”یا لثارات الحسين“ کے نعرہ سے شروع ہوا۔ الکامل، جلد ۴ صفحہ ۱۷۵۔ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کا قیام بھی اسی نعرہ کے ساتھ ہوا تھا، جلد ۴ صفحہ ۲۸۸۔ بنی عباس کے خلاف جن لوگوں نے قیام کیا ان میں سے ایک حسین ابن علی شہید فتح ہیں۔ انہوں نے اپنا مقصد ایک جملے میں اس طرح بیان کیا۔ ”و ادعوا الی الرضا من آل محمد“ یعنی مین تمہیں آل محمد کی خوشنودی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مقاتل الطالبین، صفحہ ۲۹۹ اور تاریخ طبری، جلد ۸ صفحہ ۱۹۴)

امام حسین علیہ السلام کا خونچکاں قیام آج ہم شیعوں کے لئے ہر قسم کی استبدادیت یا سینہ زوری اور ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک نمونہ عمل اور لائحہ عمل کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ ”ہیہات منا الذلۃ“ (ہم پر گزرتا قبول نہیں کرتے) اور ”انّ الحیاء عقیدۃ و جہاد“ (زندگی ایمان اور جہاد ہے) کے نعروں نے، جو کربلا کی خونین تحریک کا عطیہ ہے نہماری ہمیشہ مدد کی ہے تاکہ ہم ظالم اور جابر حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور سید الشہداء، امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی پیروی کرتے ہوئے ظالم کے شر کو دفع کریں۔ (انقلاب اسلامی جمہوریہ ایران میں یہ نعرہ ہر طرف دکھائی دیتے ہیں)۔

مختصر یہ کہ شہدائے اسلام خاص کر شہدائے کربلا کی یاد تازہ کرنے سے ہمارے اندر عقیدہ اور ایمان کی راہ میں شہادت، ایثار، شجاعت اور فداکاری کا جذبہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔ یہ ہمیں عدت سے زندہ رہنے اور ظلم کے آگے سر نہ جھکانے کا درس دیتا ہے۔ یہ ہے ان واقعات کو زندہ رکھنے اور ہر سال عزاداری کا سلسلہ باقی رکھنے کا فلسفہ۔ ممکن ہے بعض لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ ہم عزاداری کے مراسم میں کیا کرتے ہیں اور وہ اسے ایک ایسا تاریخی واقعہ سمجھے کہ جس پر عرصہ سے فراموشی کی گرد و غبار پڑی ہو لیکن ہم خود جانتے ہیں کہ ان واقعات کی یاد زندہ رکھنے سے ہمارے کل، آج اور آئندہ کی تاریخ پر کیا اثرات مترتب ہوئے ہیں اور ہوں گے۔

غزوہ احد کے بعد سید الشہداء حضرت حمزہ پر پیغمبر اکرم (ص) اور مسلمانوں کے سوگ منانے کا واقعہ تاریخ کی سب مشہور کتابوں میں درج ہے۔ رسول اکرم (ص) انصار کے ایک گھر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ (ص) نے گریہ اور نوحہ کی آواز سنی۔ آپ کی آنکھیں بھی برسنے لگی اور چہرہ اقدس سے آنسو بہنے لگے۔ آپ (ص) نے فرمایا: لیکن حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔ سعد بن معاذ نے جب یہ بات سنی تو وہ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے بعض لوگوں کے پاس گئے اور انکی عورتوں کو حکم دیا: آنحضرت (ص) کے چچا کے گھر جاؤ اور سید الشہداء، حمزہ کا سوگ مناؤ (کامل ابن اثیر، جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ و سیرہ ابن ہشام، جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)۔

واضح ہے کہ یہ کام حضرت حمزہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ باقی تمام شہداء کے معاملہ میں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے ہمیں چاہئے کہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے انکی یاد زندہ رکھیں اور اس طریقہ سے مسلمانوں کی رگوں میں نیا خون دوڑاتے رہیں۔ اتفاقاً آج جب کہ میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں عاشورہ کا دن ہے (۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۲ ہجری)۔ آج پورے عالم تشیع میں سچ مچ ایک عظیم ولولہ موجزن ہے۔ جوان، نوجوان اور بوڑھے سب مل کر سیاہ کپڑے پہنے ہوئے امام حسین (ع) اور شہداء کربلا کا سوگ منا رہے ہیں۔ ان سب کے دلوں اور ذہنوں میں ایک ایسا انقلاب برپا ہے کہ اگر انہیں اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کہا جائے تو سب اسلحہ اٹھا کر میدان میں اتر جائیں گے اور کسی قسم کی قربانی اور جان نثاری سے دریغ نہیں کریں گے گویا سب کی رگوں میں شہادت کا خون دوڑ رہا ہے اور اس وقت اور اس گھڑی حضرت امام حسین (ع) اور ان کے ساتھیوں کو اسلام کی قربان گاہ کربلا میں اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان پر شکوہ مراسم میں جو ولولہ انگیز اشعار پڑھے جاتے ہیں وہ استعمار اور استکبار کے خلاف دندان شکن نعروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم ظلم کے سامنے نہ جھکنے اور ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینے کا اعلان کر رہے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ: یہ ایک عظیم معنوی سرمایہ ہے جس کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسلام، ایمان اور تقویٰ کی بقا کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

شادی جس میں وقت معین نہیں ہوتا اور دوسری متعہ جس کی مدت طرفین کے توافق سے معین ہوتی ہے۔
 یہ شادی دائمی شادی کے ساتھ بہت سے مسائل میں مشابہت رکھتی ہے مثلاً حق مہر، عورت کا ہر مانع سے خالی ہونا وغیرہ، نیز اس شادی سے پیدہ ہونے والے بچے انہی احکام کے حامل ہیں جو دائمی شادی سے پیدہ ہونے والے بچے رکھتے ہیں جدائی کے بعد عدت پوری کرنے کا مسئلہ مشترک ہے یہ سب چیزیں ہمارے نزدیک مسلم ہیں دوسرے لفظوں میں متعہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ایک قسم کی شادی ہے۔ البتہ دائمی نکاح اور متعہ میں کچھ فرق بھی ہیں اور وہ یہ کہ متعہ میں عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کی میراث کے حقدار نہیں ہوں گے۔ (لیکن ان کے بچے والدین اور ایک دوسرے کی میراث کے حقدار ہوں گے)۔

بہر حال ہم نے یہ حکم قرآن مجید سے لیا ہے، جو فرماتا ہے کہ (فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة) یعنی جن عورتوں سے تم متعہ کرتے ہو ان کا حق مہر تم کو ادا کرنا ہوگا (سورہ نساء آیت ۲۴) بہت سے مشہور محدثین اور عظیم مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت متعہ کے متعلق ہے۔

تفسیر طبری میں اس آیت کے ذیل میں متعہ سے متعلق بہت سی احادیث بیان کی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں ہے اور پیغمبر اکرم (ص) کے بہت سے صحابیوں نے اس پر گواہی دی ہے۔ (تفسیر طبری، جلد ۵ صفحہ ۹)

تفسیر الدر المنثور اور سنن بیہقی میں بھی اس سلسلہ میں بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں۔ (الدر المنثور، جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ اور سنن بیہقی جلد ۷ صفحہ ۲۰۶)

صحیح بخاری، مسند احمد، صحیح مسلم اور دوسری بہت سی کتابوں میں ایسی احادیث موجود ہیں، جو نبی اکرم (ص) کے دور میں متعہ کی موجودگی پر دلیل ہیں، اگرچہ اسکی مخالف روایات بھی موجود ہیں۔ (مسند احمد، جلد ۴ صفحہ ۴۲۶، صحیح بخاری، جلد ۷ صفحہ ۱۶ اور صحیح مسلم، جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۳، باب نکاح المتعہ)

بعض سنائی فقہاء قائل ہیں کہ نبی اکرم (ص) کے دور میں نکاح متعہ رائج تھا۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، جبکہ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت (ص) کی زندگی کے آخر تک باقی تھا اور جناب عمر نے یہ حکم منسوخ کیا۔
 حضرت عمر کا یہ قول ”متعّتان کانتا علیٰ عهد رسول اللہ وانا احرمهما و اعاقب علیہما: متعّة النساء و متعة الحجّ“، یعنی پیغمبر اکرم کے دور میں دو متعہ جائز تھے اور میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان پر سزا دوں گا۔ ان میں سے ایک عورتوں سے متعہ اور دوسرا متعّة الحج (حج کی ایک خاص قسم) ہے۔ (یہ حدیث اسی عبارت یا اس سے ملتی جلتی عبارت کے ساتھ سنن بیہقی، جلد ۷ صفحہ ۲۰۶ اور دوسری بہت سی کتابوں میں آئی ہے ”الغدیر“ کے مصنف نے کتب صحاح اور مسند ست ۲۵ احادیث نقل کی ہیں، جو یہ بتاتی ہیں کہ اسلامی شریعت میں متعہ حلال ہے اور پیغمبر اکرم (ص)، خلیفہ اول اور حضرت عمر کے دور کے کچھ حصہ میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے پھر خلیفہ دوم نے اپنی عمر کے آخری دور میں اس پر پابندی لگا دی۔ (الغدیر جلد ۳ صفحہ ۳۳۲)

اس بات میں شک نہیں ہے کہ بہت سے دوسرے احکام کی طرح اس اسلامی حکم میں بھی اہل سنت کے راویوں کے درمیان اختلاف ہے بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ نبی اکرم (ص) کے دور میں نسخ ہو چکا ہے بعض خلیفہ دوم کے دور میں اس کے نسخ کے قائل ہیں اور بعض مکمل طور پر اسکا انکار کرتے ہیں۔ فقہی مسائل میں اس طرح کا اختلاف موجود ہے، لیکن شیعہ فقہاء میں اس کے جائز ہونے پر اتفاق رائے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت (ص) کے دور میں نسخ نہیں ہوا اور آنحضرت (ص) کی رحلت کے بعد نسخ نا ممکن ہے۔

بہر حال میرا عقیدہ ہے کہ: اگر متعہ سے غلط استفادہ نہ کیا جائے تو یہ ان جوانوں کے سلسلہ میں بعض معاشرتی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے جو دائمی شادی نہیں کر سکتے یا جو تجارتی، اقتصادی، تعلیمی یا دیگر وجوہات کے باعث کچھ عرصہ کے لئے اپنے گھر والوں سے دور رہتے ہیں متعہ کی مخالفت اس طرح کے افراد میں برائی کا راستہ کھول دے گی خاص کر ہمارے دور میں جس میں مختلف اسباب کی وجہ سے دائمی نکاح کی عمر بڑھ گئی ہے اور دوسری طرف سے جنسی شہوت کو ابھارنے والے اسباب بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔ اگر اس راستہ پر پابندی لگا دی جائے تو عینی طور پر برائی کا راستہ کھل جائے گا۔

ہم یہ بات دوبارہ دہراتے ہیں کہ ہم اسلامی حکم سے ہر طرح کے غلط استفادہ کرنے، اسے شہوت پرست افراد کے ہاتھ کا کھلونا قرار دینے اور عورتوں کو بدکاری کی طرف دھکیلنے کے مخالف ہیں۔ لیکن کسی قانون سے بعض شہوت پرست افراد کے غلط فائدہ اٹھانے کے بہانے خود اس قانون پر پابندی نہیں لگنی چاہئے بلکہ اس کے غلط استعمال پر پابندی لگنی چاہئے۔

۷۴۔ تاریخ تشیع

ہمارا عقیدہ ہے کہ: تشیع کی بنیاد پیغمبر کے دور میں آنحضرت کی احادیث کے باعث پڑی۔ اس مطلب پر ہمارے پاس برے واضح ثبوت موجود ہیں۔

بہت سے مفسرین نے اس آیت کریمہ (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِیَّةِ) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے وہ (خدا کی) بہترین مخلوق ہیں (سورۃ بینۃ، آیت ۷) کے ذیل میں پیغمبر اکرم (ص) کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں۔

نشبور مفسر سیوطی نے درالمنثور میں ابن عساکر سے اور اس نے اجبر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ علی (ع) ہماری طرف آئے جب آنحضرت (ص) کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے فرمایا: ”وَالَّذِیْنَفَسٰی بَیْده اِنَّ هٰذَا وَشِيعَتُهُ هُمُ الْفَائِزُونَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ“ یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہے شک یہ اور اسکے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِیَّةِ) اس کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام جب اصحاب کی محفل میں آتے تھے تو وہ یہ کہتے تھے ”جاء خیر البریۃ“ خدا کی مخلوق کی سب سے بہترین فرد آگئی۔ (الدر المنثور، جلد ۶ صفحہ ۲۷۹) ”ابن عباس“۔ ”ابو حریرہ“، ”ابن مردویہ“ اور ”عطیہ عوفی“ سے بھی یہی بات (مختصر سے فرق کے ساتھ) منقول ہے۔ (مزید معلومات کے لئے پیام قرآن جلد ۹ صفحہ ۲۷۹ اور ما بعد کی طرف رجوع کریں)۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علی (ع) سے محبت رکھنے والوں کے لئے لفظ ”شیعہ“ کا انتخاب نبی اکرم (ص) کے دور میں ہی ہو گیا تھا۔ یہ نام انہیں پیغمبر اکرم (ص) نے عطا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ عصر خلفاء یا عصر صفویہ میں انہیں یہ نام ملا ہو۔ اگرچہ ہم دوسرے اسلامی فرقوں کا احترام کرتے ہیں اور انکے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر حج ادا کرتے ہیں اور اسلام کے مشترکہ اہداف کے لئے تعاون کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارا عقیدہ ہے کہ علی (ع) کے ماننے والے بعض خصوصیات کے حامل ہیں اور ان پر نبی اکرم (ص) کی خاص توجہ اور نظر کرم تھی۔ اسی لئے ہم نے اس مکتب کی پیروی اختیار کی ہے۔

شیعوں کے بعض مخالفین اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مذہب شیعہ اور عبد اللہ ابن سبا کے درمیان رابطے کی کڑیاں ملائیں۔ اور وہ ہمیشہ یہ بات کہتے ہیں کہ شیعہ عبد اللہ ابن سبا کے پیرو کار ہیں جو حقیقت میں یہودی تھا اور بعد میں اسلام لایا تھا۔ یہ بات بہت ہی عجیب ہے کیونکہ شیعوں کی تمام کتابوں کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے اس شخص سے ذرہ برابر لگاؤ نہیں رکھتے۔ اس کے برعکس شیعوں کی تمام رجالی کتابوں میں عبد اللہ ابن سبا کو ایک گمراہ اور منحرف شخص قرار دیا گیا ہے ہماری بعض روایتوں کے مطابق حضرت علی (ع) نے اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اسکے قتل کا حکم جاری کر دیا تھا (”تنقیح المقال فی علم الرجال“ عبد اللہ ابن سبا کے ذکر میں اور علم رجال میں شیعوں کی دیگر مشہور و معروف کتب کی طرف رجوع کریں)۔

علاوہ ازیں تاریخی حوالے سے عبد اللہ ابن سبا کا وجود ہی مشکوک ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ عبد اللہ ابن سبا ایک فرضی اور افسانوی شخصیت ہے اور اس نام کا شخص حقیقت میں موجود نہیں تھا۔ چہ رسد باین کہ وہ مذہب شیعہ کا بانی ہو۔ (کتاب عبد اللہ ابن سبا، مصنف علامہ مرتضیٰ عسکری) بالفرض اگر ہم اس کو ایک فرضی انسان نہ بھی سمجھیں تب بھی ہماری نظر میں وہ ایک گمراہ اور منحرف شخص تھا۔

۷۵۔ شیعیت کے مراکز

یہ نکتہ اہمیت کا قابل ہے کہ شیعوں کا مرکز ہمیشہ ایران نہیں رہا بلکہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی اس کے متعدد مراکز تھے جن میں کوفہ، ےمن اور خود مدینہ بھی شامل ہیں۔ شام میں بنی امیہ کے زہریلے پرپیگنڈہ کے باوجود بھی شیعوں کے بہت سے مراکز موجود تھے، اگرچہ ان کی وسرت عراق میں موجود شیعہ مراکز کے برابر نہ تھی۔ مصر کی وسیع سر زمین میں بھی ہمیشہ شیعوں کی مختلف جماعتیں آتی رہی ہیں۔ یہاں تک کہ فاطمی خلفاء کے دور میں تو مصر کی حکومت بھی شیعوں کے ہاتھ میں تھی۔ (بنی عباس کے دور میں شام کے شیعہ بول ناک دباؤ کا شکار تھے بنی عباس کے دور میں انہیں آرام نصیب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگ بنی امیہ اور بنی عباس کے زندانوں

میں چل بسے کچھ لوگ مشرق کی طرف چلے گئے اور بعض مغرب کی طرف۔ ادريس بن عبدالله بن حسن مصر چلے گئے اور وہاں سے مراکش چلے گئے مراکش کے شیعوں کی مدد سے انہوں نے ادريسي سلسلہ حکومت کی بنیاد رکھی جو دوسری صدی کے آخر سے لیکر چوتھی

صدی کے آخر تک قائم رہی اور مصر میں شیعوں کی ایک اور حکومت بنی یہ لوگ اپنے کو امام حسین علیہ السلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کہتے تھے مصر کے لوگوں میں ایک شیعہ حکومت کی تشکیل کے لئے آمادگی پاکر انہوں نے یہ کام کیا چوتھی صدی ہجری ست باقاعدہ طور پر خلفاء کی کل تعداد چودہ ہے۔ ان میں سے دس خلفاء کا مرکز حکومت مصر تھا تقریباً تین صدیوں تک انہوں نے مصر اور افریقہ کے دوسرے علاقوں میں حکومت کی مسجد جامع الازہر اور الازہر یونیورسٹی انہوں نے بنائی فاطمیوں کا نام فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مأخوذ ہے دیکھئے دائرۃ المعارف دہخدا، دائرۃ المعارف فرید وجدی، المنجد فی الاعلام، لفظ ”فطم“ و ”زہر“۔ اب بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں شیعہ مسلمان موجود ہیں مثلاً سعودی عرب کے مشرقی علاقہ میں شیعوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور دیگر اسلامی فرقوں سے ان کے اچھے تعلقات ہے۔ اگرچہ اسلام کے دشمنوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ شیعہ مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان دشمنی، عداوت، بدنیّت اور غلط فہمیوں کے بیج بوئیں، ان کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کی آگ بھڑکائیں اور دونوں کو کمزور کرتے چلے جائیں۔

بالخصوص آج جب کہ اسلام، مادیت کے علم بردار مشرق مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں عالم گیر طاقت کے طور پر ابھر رہا ہے اور دنیا کے لوگوں کو جو مادی تہذیبوں سے مایوس ہو گئے ہیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کی امیدوں کا سب سے بڑا سہارا یہ ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنے اور دنیا میں اسلام کی بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے مذہبی اختلاف پھیلانیں اور مسلمانوں کو آپس میں الجھا دیں۔ بے شک اگر تمام اسلامی فرقوں کو ماننے والے بیدار اور آگاہ رہیں تو اس خطرناک سازش کا سامنہ کر سکتے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کی طرح شیعوں کے بھی مختلف فرقے ہیں لیکن سب سے مشہور اور معروف شیعہ اثناء عشری ہیں جن کی تعداد دنیا کے شیعوں میں سب سے زیادہ ہے۔ اگرچہ شیعوں کی صحیح تعداد اور دنیا کے مسلمانوں میں انکا تناسب واضح نہیں ہے لیکن کچھ اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد بیس کروڑ کے لگ بھگ ہے، جو دنیا کی مسلم آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہے۔

۷۶۔ میراث اہل بیت

اس مکتب فکر کے ماننے والوں نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ پیغمبر اکرم (ص) کی بہت سی احادیث نقل کی ہیں نیز حضرت علی (ع) اور دوسرے اماموں سے بھی بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں جو آج شیعہ تعلیمات اور فقہ کے بنیادی مأخذ میں سے ایک مأخذ ہے۔ ان احادیث پر مشتمل کتابوں میں سے چار کتابیں مشہور ہیں :-

۱۔ اصول کافی

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ

۳۔ تہذیب الاحکام

۴۔ الاستبصار

لیکن اس بات کو دہرانا ضروری ہے کہ ان مشہور مأخذ یا دوسرے معتبر مأخذ میں کسی حدیث کی موجودگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث اپنی جگہ معتبر ہے۔ بلکہ ہر حدیث کا ایک سلسلہ سند ہے سند میں مذکور ہر راوی کا جائزہ کتب رجال کی روشنی میں لیا جاتا ہے۔ اگر سند کے تمام اشخاص قابل اعتماد ثابت ہوں تو اس وقت وہ حدیث ایک معتبر حدیث کی حیثیت سے پہچانی جائے گی۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ حدیث مشکوک یا ضعیف کہلانے گی یہ کام صرف علمائے حدیث اور رجال کے بس کی بات ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کتب شیعہ میں احادیث کی جمع آوری کا طریقہ کار اہل سنت کے معروف مأخذ سے مختلف ہے۔ کیونکہ مشہور کتب صحاح خاص کر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان کے مولفین کی روش یہ رہی ہے کہ وہ ایسی احادیث جمع کریں جو ان کے نزدیک معتبر اور صحیح ہوں اسی

وجہ سے اہل سنت کے عقائد تک رسائی کے لئے ان میں مذکور احادیث پر استناد کیا جا سکتا ہے (مقدمہ صحیح مسلم اور فتح الباری فی شرح صحیح البخاری کی طرف رجوع کریں) جبکہ شیعہ محدثین کا موقف یہ رہا ہے کہ اہل بیت سے منسوب تمام احادیث اکٹھی کر دی جائیں پھر صحیح اور غیر صحیح احادیث کی پہچان کا کام علم رجال کے سپرد کر دیا جائے،

غور کیجئے۔

۷۷۔ دو عظیم کتابیں

شیعوں کے اہم مأخذ (جو انکے عظیم ورثے کا ایک حصہ محسوب ہوتے ہیں) میں سے ایک نہج البلاغہ ہے جس میں تقریباً ایک ہزار سال پہلے شریف رضی مرحوم نے تین حصوں حضرت علی (ع) کے خطبات، خطوط اور مختصر فرمودات جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کے مضامین اس قدر بلند اور الفاظ اتنے خوب صورت ہیں کہ کسی بھی مکتب فکر کا پیروکار جب اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے مفاہیم سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اے کاش نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی اس سے آشنا ہوتے تاکہ وہ توحید، مبدأ اور معاد کے علاوہ اخلاقی و سیاسی و معاشرتی مسائل کے بارے میں اسلام کی عظیم تعلیمات سے آگاہ ہوتے۔

ان عظیم ورثوں میں سے ایک عظیم ورثہ ”صحیفہ سجادیہ“ ہے جو بہترین، فصیح ترین اور زیبا ترین دعاؤں کا ایسا مجموعہ ہے جو بڑے عمیق اور بلند معانی پر مشتمل ہے حقیقت میں یہ کتاب نہج البلاغہ والا کردار دوسرے انداز میں انجام دے رہی ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے میں انسان کے لئے ایک نیا سبق پوشیدہ ہے حقیقت میں یہ کتاب ”خدا کے حضور ہر انسان کو دعا اور مناجات کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور انسان کی روح اور دل کو نورانیت اور پاکیزگی عطا کرتی ہے۔

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے واضح ہے یہ کتاب شیعوں کے چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام، جن کا لقب سجاد ہے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ جب بھی ہم اپنے اندر دعا کی روح، کدا کی طرف زیادہ توجہ اور اس کی ذات پاک سے زیادہ عشق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو یہ دعائیں پڑھتے ہیں اور اس نوخیز پودھے کی طرح جو بہار کے بابرکت بادلوں سے سیراب ہوتا ہے اس کتاب سے سیراب ہوتے ہیں۔

شیعہ احادیث جن کی تعداد دسیوں ہزار سے زیادہ ہے کا بیشتر حصہ پانچویں اور چھٹے امام یعنی امام محمد ابن علی الباقر (ع) اور حضرت جعفر ابن محمد الصادق (ع) سے مروی ہے بہت سی احادیث آٹھویں امام حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے بھی مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین عظیم ہستیوں کو زمان و مکان کے اعتبار سے ایسا ماحول ملا جس میں ان پر دشمنوں اور اموی اور عباسی حکمرانوں کا دباؤ کم تھا۔ اسی وجہ سے یہ ہستیاں رسول اکرم (ص) کی بہت ساری احادیث جو ان تک اپنے آباء و اجداد کے ذریعہ پہنچی تھیں بیان کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ احادیث اسلامی فقہ کے تمام ابواب سے متعلق تھیں۔ مذہب شیعہ کو مزب جعفری کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی اکثر روایات چھٹے امام جعفر صادق (ع) سے مروی ہیں۔ امام صادق (ع) کے دور میں بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی اور بنی عباس کو بنو ز لوگوں پر دباؤ ڈالنے کی طاقت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

ہماری کتابوں کی رو سے مشہور ہے کہ اس امام نے حدیث، معارف اور فقہ کے میدانوں میں چار ہزار شاگردوں کو تربیت دی۔ حنفی مذہب کے مشہور امام ابو حنیفہ نے ایک مختصر سے جملہ میں امام صادق علیہ السلام کا تعارف اس طرح پیش کیا ہے ”ما رأیت افقہ من جعفر ابن محمد“ یعنی میں نے جعفر ابن محمد (ع) سے برا فقیہ نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی، جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

اہل سنت کے ایک اور امام مالک بن انس نے کہا: میں کچھ عرصہ تک جعفر (ع) ابن محمد (ع) کے پاس آتا جاتا رہا۔ میں نے انہیں ہمیشہ ان تین حالتوں میں سے ایک میں پایا: یا نماز کی حالت میں یا روزہ کی حالت میں یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے۔

میرے عقیدہ کے مطابق علم و عبادت کے حوالے سے کسی نے جعفر ابن محمد (ع) الصادق (ع) سے بڑھ کر کسی شخص کو نہ دیکھا اور نہ کسی کے بارے میں سنا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۰۴، کتاب الامام الصادق (ع) جلد ۱ صفحہ ۵۳ میں اسد حیدر کے بقول) چونکہ اس کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ مطالب کو بیان کرنا مقصود ہے لہذا ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں دوسرے علمائے اسلام کے تبصروں کا تذکرہ نہیں کرتے۔

۷۸۔ اسلامی علوم میں شیعوں کا کردار

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلامی علوم کو وجود بخشنے میں شیعوں کا اہم کردار رہا ہے بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیعہ، علوم اسلامی کا سر چشمہ ہیں۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں کتاب یا کتابیں لکھی گئی ہیں اور ثبوت پیش کئے گئے ہیں لیکن ہم

کہتے ہیں کہ کم از کم ان علوم کو وجود میں لانے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس بات کی سب سے بڑی دلیل وہ کتابیں ہیں جو شیعہ علماء نے مختلف اسلامی علوم اور فنون کے بارے میں لکھی ہیں۔ فقہ اور اصول فقہ میں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں کچھ بہت زیادہ مفصل اور بے نظیر ہیں۔ تفسیر اور قرآنی علوم میں ہزاروں کتابیں، عقائد اور علم کلام میں ہزاروں کتابیں اب بھی ہماری لائبریریوں اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں موجود ہیں اور سب لوگوں کے سامنے ہیں، ہر شخص ان لائبریریوں کی طرف رجوع کر کے اس دعویٰ کی صداقت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

ایک مشہور عالم دین نے ان کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے اور ۲۶ بڑی جلدوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (اس کتاب کا نام الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ہے اور اس کے مصنف مشہور مفسر اور محدث شیخ آغا بزرگ تهرانی ہیں۔ اس عظیم فہرست میں جن کتابوں کا تذکرہ ان کے مصنف کے نام پتہ اور ان کے حالات کے ساتھ ہوا ہے۔ ان کی تعداد ۶۸ ہزار جلدیں ہیں یہ کتاب ایک عرصہ پہلے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔)

یہ فہرست دسیوں سال پہلے مرتب ہوئی۔ گذشتہ چند دہوں کے دوران ایک طرف سے گذشتہ شیعہ علماء کے علمی آثار کو زندہ کرنے نیز ان کی قلمی اور چاپ شدہ کتابوں کو جمع کرنے کی بڑی کوششیں ہوئی ہیں دوسری طرف سے جدید کتابوں کی تصنیف و تالیف کے میدان میں ۷۰ قین سے کہا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں یا ہزاروں نئی کتابیں رشتہ تحریر میں لائی جا چکی ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں کے اعداد و شمار کے بارے میں ہم نے کوئی فہرست مرتب نہیں کی ہے۔

۷۹۔ سچائی، صداقت اور امانت، اسلام کے اہم ارکان

ہمارا عقیدہ ہے کہ سچائی، صداقت اور امانت اسلام کے اہم اور بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ: (قال الله هذابوم ينفع الصادقين صدقهم) یعنی خداوند عالم فرماتا ہے کہ آج وہ دن ہے کہ جس دن سچوں کی سچائی انہیں فائدہ پہنچائے گی۔ (سورہ مائدہ، آیت ۱۱۹)

بلکہ قرآن کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حقیقی جزا وہ ہے جو انسان کو سچائی اور صداقت (ایمان، خدا کے ساتھ کئے گئے وعدوں پر عمل اور زندگی کے تمام شعبوں میں سچائی اور صداقت) کے بدلے میں عطا کی جائے گی۔ (لے جزی الله الصادقين بصدقهم) (سورہ احزاب، آیت ۲۴)

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے قرآنی حکم کے مطابق ہم سب مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم زندگی بھر معصومین اور سچوں کے ساتھ رہیں اور ان کے ہمراہ چلیں۔ (یاایہاالذین آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين) (سورہ توبہ، آیت ۱۱۹)

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہی خدا نے اپنے پیغمبر (ص) کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ خدا سے ہر کام کو صداقت کے ساتھ شروع کرنے اور صداقت کے ساتھ اس سے فارغ ہونے کی توفیق طلب کرے۔ (و قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق) (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۰)

اسی بناء پر ہم احادیث میں دیکھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس کے بنیادی لائحہ عمل میں صداقت، سچائی اور امانت شامل تھیں ”ان الله عز وجل لم یبعث نبیا الا بصدق الحديث و اداء الامانة الى البر والفاجر“ (بحار الانوار میں یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق (ع) ہے، دیکھئے جلد ۷۸ صفحہ ۲ اور نیز جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

ہم نے بھی ان آیات اور روایات کی روشنی میں اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کی ہے کہ اس کتاب کے مباحث میں صرف اور صرف صداقت و سچائی کا راستہ اپنائیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو حقیقت اور امانت داری کی منافی ہو۔ امید ہے کہ خدا کے لطیف و کرم سے ہم اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں خدا کی توفیق حاصل کر چکے ہوں گے۔ انہ ولی التوفیق۔

۸۰۔ حرف آخر

اس کتاب میں ذکر شدہ باتیں اسلام کے اصول و فروع کے بارے میں اہل بیت علیہم السلام کے معتقدین اور شیعوں کے عقائد کا خلاصہ ہے۔ یہ کسی کمی بیشی

اور تحریف کے بغیر بیان ہوئی ہیں۔ قرآنی آیات، اسلامی روایات اور علمائے اسلام کی مختلف کتابوں سے انکا ثبوت بھی اجمالی طور پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ اباحت کے اختصار اور تلخیص کے پیش نظر تمام شواہد اور دلائل کو پیش کرنا

ممکن نہ تھا اس کتاب میں ہمارا مقصد بھی اجمالی طور پر اور اختصار کے ساتھ مطالب کو بیان کرنا تھا ۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب مندرجہ ذیل نتائج کی حامل ہے۔۔

۱ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شیعہ عقائد کو واضح اور موثر انداز میں بیان کرتی ہے۔ تمام اسلامی فرقے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی اس مختصر سے کتابچہ کا مطالعہ کر کے شیعہ مذہب کے ماننے والوں کے عقائد سے براہ راست اجمالی طور پر آگاہ ہو سکتے ہیں ۔ اس کتاب کی تدوین میں بہت زیادہ زحمت اٹھائی گئی ہے۔

۲ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے اتمام حجت کا باعث ہو سکتی ہے جو سمجھے اور جانے بغیر ہمارے عقائد کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں نیز مشکوک اور مفاد پرست افراد یا غیر معتبر کتابوں سے ہمارے عقائد لیتے ہیں ۔

۳ ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا عقائد کے مطالعہ کی روشنی میں میناس مکتب فکر کے ماننے والوں اور باقی اسلامی فرقوں میں اتنا بڑا اختلاف نہیں ہے جو اس فرقے اور باقی اسلامی فرقوں کے درمیان مشترکہ تعاون کی راہ میں رکاوٹ بنے، کیونکہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان مشترکہ نکات بہت زیادہ ہیں اور سب کو مشترکہ دشمنوں کا بھی سامنا ہے۔

۴ ہمیں یقین ہے کہ اسلامی فرقوں کے اختلاف کو ہوا دینے اور ان کے درمیان جنگ اور خونریزی کی آگ بھڑکانے کے لئے خفیہ ہاتھ کام کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام (جو اس دور میں دنیا کے عظیم خطوں پر چھاتا جا رہا ہے اور کمیونزم کی بربادی سے پیدا ہونے والی خلاء کو پر کرنے والا ہے نیز سرمایہ دارانہ نظام کی روز بروز بڑھتی ہوئی لا

ینحل مادی مشکلات کو حل کرنے والا ہے) کو کمزور کریں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دشمنوں کو اس بات کی اجازت نہ دیں کہ وہ اس کام میں کامیاب ہوں اور یہ قیمتی موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے جو دنیا میں اسلام کی شناخت کے لئے ہمارا ہاتھ آیا ہے۔

۵ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اسلامی فرقوں کے علماء اکھٹے ہو جائیں اور محبت و خلوص سے معمور ماحول میں ہر قسم کے تعصب اور ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ کر اختلافی مسائل پر بحث و گفتگو کریں تو ان اختلافات کے کم ہو جانے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اختلافات میں کمی آئے گی۔ جس طرح کچھ عرصہ پہلے ایران کے بعض شیعہ اور سنی علماء زابدان نامی شہر میں بیٹھے اور بعض اختلافات کا کاٹم کر دیا اس کی تفصیل اس مختصر سی کتاب کے دامن میں نہیں سما سکتی۔ (اس کی تفصیلات ”پیام حوزہ“ نامی رسالے میں ملاحظہ ہوں)

آخر میں ہم خدا وند متعال کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں (ربَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ) یعنی خدایا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنہوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں پر ایمان والوں کے لئے کسی قسم کا کینہ قرار نہ دینا۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (سورہ حشر، آیت ۱۰)